29
19

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بانی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۱ نومبر ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

ہدیہ -/۲ روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

راستہ پر بیٹھنے کے آداب

وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ زَیْدِ بْنِ سَهْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا بِالْاَفْنِيَةِ نَتَحَدَّثُ فِيْهَا فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَقَالَ: مَا لَكُمْ وَلِمَجَالِسِ الصُّعُدَاتِ "فَقُلْنَا، اِنَّمَا قَعَدْنَا نَتَذَاكَرُ وَ نَتَحَدَّثُ: قَالَ: اِمَّا لَا فَاَدُّوْا حَقَّهَا: غَضُّ الْبَصَرِ، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَحُسْنُ الْكَلَامِ رواہ مسلم۔

ترجمہ: حضرت ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم اپنے مکان کے سامنے چبوترے پر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ تم کو کیا ہوا، راستوں پر کیوں بیٹھے ہو؟ تو ہم نے عرض کیا ہم کسی نقصان رسانی کی غرض سے نہیں بیٹھتے ہیں۔ صرف بات چیت اور گفتگو کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر نہیں مانتے ہو تو راستوں کا حق ادا کرو۔ یعنی آنکھیں نیچی رکھنا، سلام کا جواب دینا اور اچھی بات کرنا۔

پردہ کا حکم

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ مَيْمُوْنَةُ، فَاَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ اُمِرْنَا بِالْحِجَابِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِحْتَجِبَا مِنْهُ"، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى: لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ!"

رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور اس وقت آپ کے پاس حضرت میمونہؓ بھی تھیں۔ کہ ابن مکتوم (جو نابینا تھے) آئے اور یہ واقعہ اس کے بعد کا ہے۔ جب ہم کو پردہ کا حکم کر دیا گیا تھا (ان کو آتے دیکھ کر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں ان سے پردہ کرو۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا وہ نابینا آدمی نہیں کہ نہ ہم کو پہچان سکتے ہیں اور نہ ہم کو دیکھ سکتے ہیں۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں تو نابینا نہیں ہو اور کیا تم ان کو دیکھ نہیں رہیں (امام ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

باتیں اُن کی یاد رہیں گی | حضرت لاہوریؒ کے ارشاداتِ عالیہ کا مسلسل انتخاب

انسان کی ترقّی کا صحیح مفہوم

(۲)

ترقّی اور تنزّل کے لغوی معنی

ترقی کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ اور تنزّل کے معنی نیچے اترنا ہے۔ انسان سے اوپر درجہ فرشتوں کا ہے۔ اس لئے انسان کی ترقی کا صحیح مفہوم یہ ہوگا کہ انسان اپنے اندر ملائکہ عظام (فرشتوں) کی خصلتیں پیدا کرے اور اس کا تنزّل یہ ہوگا کہ اپنے سے نیچے درجے والے جو حیوان ہیں ان کی صفات میں تیز گام ہو جائے۔ مثلاً بیل اور گھوڑے رات کو خوب پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں پھر سارا دن بوریے ڈھوتے رہتے ہیں اور ترقی یافتہ انسان (بشرطیکہ بافراط روپیہ ہو) ایک دن میں پانچ مرتبہ کھاتے ہیں۔ ایک بیڈٹی جو صبح سویرے بستر ہی میں پیتے ہیں۔ دوسرا بریک فاسٹ یعنی ناشتہ، تیسرا ڈنر، دوپہر کا کھانا، چوتھا ایوننگ تیسرے پہر کی چائے۔ پانچواں لنچ رات کا کھانا۔ نئی تہذیب میں یہ پانچ وقت کی خورد و نوش بھی ترقی کی ایک مثال ہے۔

ترقی کی دوسری مثال ملاحظہ ہو۔ پرانے زمانے میں ہمارے باپ دادا مٹی کے برتنوں ہی کو استعمال کرتے تھے۔ مثلاً چائے پینی ہے تو مٹی کے برتن میں ڈال کر پی لی، مکھن کھانا ہو تو رات کی بچی ہوئی باسی روٹی پر رکھ کر کھا لیا۔ اب ماشاءاللہ بڑی ترقی ہو گئی ہے کہ چائے کے سیٹ قسما قسم کے ولایت سے آتے ہیں ان میں پی جاتی ہے۔ مکھن ڈبل روٹی کے ٹوسوں پر لگا کر کھایا جاتا ہے۔ جن لوگوں کے دماغوں کی انگریز نے تربیت کی ہے وہ انہیں چیزوں کو ترقی کہتے ہیں۔ حالانکہ ان سب چیزوں کا تعلق فقط انسان کی قوتِ بہیمیہ سے ہے۔ یعنی انسان کی حیوانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے صفائی اور ستھرائی آ گئی۔ ان چیزوں کی بہتات سے انسان کی مَلَکی قوت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ ان چیزوں میں وقت صرف کرنے سے ملکیّہ کو کوفت ہوتی ہے کہ میری راحت کا تو خیال نہیں کیا جاتا اور بہیمی ضرورتوں کے بہتر سے بہتر طریقہ پر پورا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت اور زیادہ سے زیادہ روپیہ صرف کیا جا رہا ہے۔

ترقی کا ایک اور میدان

جن انسانوں کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے صحیح یا محکم نہیں ہے وہ ترقی کے اس میدان کو اپنی کم فہمی اور کوتاہ اندیشی سے انسانی ترقی کا انتہائی مقام سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ چیز بھی غلط ہے۔ اس قسم کی ترقی کا تعلق بھی دراصل انسان کی قوت بہیمیہ ہی سے ہے۔ جس پر اب آپ پر یہ بات واضح ہو جائے گی۔ یہ پہلے عرض کر چکا

ہوں کہ انسان سے نیچے طبقہ حیوانات کا ہے اور اس سے اوپر طبقہ میں ملائکہ عظام (فرشتے) ہیں۔ ترقی کے معنی اوپر چڑھنا ہے انسان کی اصلی اور صحیح ترقی یہ ہے کہ انسان اپنے اندر ملائکہ عظام کی صفات پیدا کرے۔ ترقی کے زیر بحث میدان کے کرشمے یہ ہیں کہ سائنس نے ترقی کی۔ اور مثلاً مندرجہ ذیل چیزیں وجود میں آئیں۔ ٹیلیفون، وائرلیس، ریڈیو، ہوائی جہاز، ایٹم بم، مشین گن، ٹینک وغیرہ — انصاف سے کہئے کہ ان ایجادات میں انسان کی بہیمیت کا تو نفع یا نقصان ہے۔ جو سفر مہینوں میں طے ہوتا تھا وہ ہوائی جہاز کے ذریعہ سے گھنٹوں میں طے ہو گیا۔ پہلے لڑائیوں میں سیکڑوں یا ہزاروں جانیں ضائع ہوتی تھیں۔ اب دو ایٹم بموں سے اڑھائی لاکھ جاپانی موت کے گھاٹ اتر گئے۔

اصلی ترقی

برادرانِ اسلام! انسان کا نام — انسان دراصل اس روح انسانی کے لحاظ سے ہے جو روح حیوانات میں نہیں ہوتی۔ روح حیوانی کے لحاظ سے یہ انسان کہلاتا ہے جسے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں ملکیتہ کہا جاتا ہے۔ اب ملائکہ عظام کے اوصافِ حمیدہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں وہ ملاحظہ ہوں ا۔

صفات ملائکہ عظام

۱- فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ۝

(سورہ حٰمٓ السجدہ ع ۵ - پ ۲۴)

ترجمہ: پھر اگر وہ تکبر کریں تو وہ لوگ جو اپنے رب کے پاس ہیں رات دن اس کی تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے نہیں۔

۲- وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِى الْاَرْضِ ؕ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

(سورہ الشوریٰ - ع ۱ - پ ۲۵)

ترجمہ: اور سب فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ان کے لئے جو زمین میں ہیں۔ مغفرت مانگتے ہیں۔ خبردار بے شک اللہ ہی بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

۳- وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝

(سورۃ الصّٰفّٰت - ع ۵ - پ ۲۳)

ترجمہ: اور بے شک ہم صف باندھ کر کھڑے رہنے والے ہیں۔ اور بے شک ہم ہی تسبیح کرنے والے ہیں۔

۴- لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

(سورۃ التحریم ع ۱ - پ ۲۸)

ترجمہ: وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے وہ جو انہیں حکم دے اور وہ وہی کرتے ہیں جو انہیں

(باقی ۱۰ پر)

سانحۂ ارتحال

ہمارے قدیم کرمفرما، خدام الدین کے مستقل کالم نویس جناب الحاج کمال الدین صاحب چند روز قبل انتقال فرما گئے — اِنا للہ واِنّا الیہ راجعون۔

مرحوم تدریسی لائن سے وابستہ بزرگ تھے ہزاروں بچوں کی تعلیم و تربیت کا کام اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا اور اپنے قلم سے جو اصلاح کی وہ الگ ہے۔ حضرت لاہوری قدس سرہ اور مولانا انور زید مجدہم سے بے پناہ تعلق تھا۔ دو صاحبزادے مولانا سیف اللہ اکرم اور مولوی اظہر ندیم صاحب عالم و فاضل اور دینی خدمات میں مصروف ہیں جبکہ دو صاحبزادے اور ہیں۔

مرحوم نے ایک آباد گھرانہ چھوڑا ہے۔ آج کل نوافل، تلاوت اور وظائف میں ان کا وقت کٹتا جنازہ میں ہزارہا لوگ شریک ہوئے۔

(ادارہ)

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور



جلد ۲۹ • شمارہ ۱۹

۵ر صفر المظفر ۱۴۰۴ھ • ۱۱ر نومبر ۱۹۸۳ء

— رئیس الادارہ —

شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور

— مجلس ادارت —

مولانا محمد اجمل قادری

محمد سعید الرحمٰن علوی

ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
۸۰/-	۴۵/-	۲۵/-

فی پرچہ ۲/- روپے

طابع: منہاج الدین اصلاحی • مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

ناشر: مولانا عبید اللہ انور

مقام: اندرون شیرانوالہ دروازہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ربوہ کانفرنس

ربوہ جو مرزائی جماعت کا ہیڈ کوارٹر ہے اس میں ۷۴ء کی آئینی ترمیم کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی رہائش اور تبلیغ کا انتظام فرما دیا۔ اور یہ سعادت مجلس تحفظ ختم نبوّت کو نصیب ہوئی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

تقسیم سے قبل مرزائیوں کا مرکز قادیان تھا وہاں بھی یہ سعادت مجلس احرار اسلام کو نصیب ہوئی کہ اس نے دعوت و تبلیغ کا مرکز وہاں قائم کر کے بتکدے میں اذان کا اہتمام کیا۔ مجلس احرارِ اسلام کے اکابر نے ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدسہ ختم نبوّت کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوّت کا ڈول ڈالا جس کے پہلے امیر حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ بعد ازاں شاہ جی کے محبوب روحانی فرزند، قاضی احسان احمد — پھر شاہ جی کے معتمد مولانا محمد علی جالندھری امیر قرار پائے، ان کے بعد مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر کو یہ ذمہ داری سونپی گئی۔ ان کے بعد کچھ وقت استاد العلماء مولانا محمد حیات اس منصب پر فائز رہے جبکہ ۷۴ء کے زمانہ میں امام العصر محدث کاشمیری کے جانشین و وارثِ علوم مولانا سید محمد یوسف بنوری امیر تھے جن کی مدبرانہ اور مخلصانہ قیادت نے بڑا معرکہ مارا اور مرزائیت کتابِ آئین میں اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ مولانا اچانک اللہ کو پیارے ہو گئے تو حضرت مولانا خان محمد صاحب نقشبندی مجددی امیر قرار پائے جو تا ایں دم اس منصب پر فائز ہیں (رب العزت ان کا سایہ ملت کے سروں پر قائم رکھے)

مولانا بنوری سے قبل مولانا محمد علی کے زمانہ امارت میں دنیا کے دور دراز جزائر سے لے کر مرزائیت کے سرپرست ملک برطانیہ تک میں دعوت و تبلیغ کا کام مولانا لال حسین اختر نے سرانجام دیا اور

ضرورۃً مرزائی امّت کو میدان میں للکار کر اس کے بخیئے بھی ادھیڑے ۷۴ء کے بعد ریلوے سٹیشن ربوہ سے متصل مسجد محمدیہ کا اہتمام مجلس نے کیا جہاں دینی مدرسہ اور خطبہ و تدریس کا معقول انتظام ہے۔ چنیوٹ ختم نبوت کانفرنس کے موقعہ پر ایک دن کا اجلاس وہاں ہوتا رہا جبکہ اب دو سال سے مسلم کالونی ربوہ میں مستقل کانفرنس شروع کر دی گئی ہے جس میں لاتعداد پروانگانِ عشق شریک ہوتے اور محمد عربی علیہ السلام سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ امسال مجلس کے سامنے ایک بہت بڑا چیلنج مجلس کے ایک مبلّغ مولوی محمد اسلم صاحب قریشی کے سلسلہ میں تھا جو کئی ماہ قبل سیالکوٹ سے ڈرامائی انداز میں اغوا کئے گئے اور ہنوز ان کے متعلق کسی قسم کی کوئی بات سامنے نہیں آسکی کہ وہ زندہ ہیں یا انہیں شہید کر دیا گیا؟ کن لوگوں نے یہ جرأت و جسارت کی؟ اور ان کے پس پردہ کون ہیں؟

ظاہر ہے کہ مرزائی جماعت کا ہی یہ کام ہے اور کوئی ایسی جسارت نہیں کر سکتا اور مرزائی جماعت کا ہر کام اپنے ہیڈ آف دی سٹیٹ کی باقاعدہ منظوری سے ہوتا ہے۔ اس لئے ابتدا سے یہ مطالبہ ہو رہا ہے کہ ہیڈ آف دی ربوہ مرزا طاہر احمد کو ذرا شاہی قلعہ لاہور کی سیر کرائی جائے تاکہ نہ صرف قریشی صاحب کے اغوا کا مسئلہ حل ہو سکے بلکہ ملک میں ہونے والے اور بہت سے واقعات کی گرہیں بھی کھُل سکیں لیکن بڑا ہو حکومتی مصلحتوں کا کہ ربوہ کی طرف نظر اٹھانا اور وہاں کے سربراہ کو ہاتھ ڈالنا مشکل سمجھا جاتا ہے، حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔ قوت عشق سے سرشار انتظامیہ انگریزی دسترخوان کی چچوڑی ہڈیوں پر نگاہیں جمانے والے لوگوں پر ہاتھ ڈالے تو چٹکیوں میں سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ مرزائی سازشی ہیں بہادر نہیں، بزدلی اور سازش ان کی سرشت ہے۔ ناموسِ رسالت کے تحفظ کی توفیق حضرتِ حق سے طلب کر کے اقدام کیا جائے تو مرزا کرکرا ہو جائے گا۔ اور مرزائیت دیکھتی آنکھوں بے نقاب ہو جائے گی۔

اس سال کانفرنس کا مرکزی موضوع یہی مسئلہ رہا لیکن ہم بڑے اخلاص، بڑی دلسوزی اور بڑے درد دل کے ساتھ مجلس کے قابل احترام بزرگوں، اراکین شوریٰ اور دوسرے ذمہ داروں سے گزارش کریں گے کہ بنیادی طور پر مجلسی دستور کے تحفظ کا آپ حضرات اہتمام فرمائیں۔ اور مجلس کو اسی دائرہ میں رکھیں جس کی غرض سے یہ بنی تھی۔ اس کا اہتمام ہو جائے تو پھر ملک کے ہر بڑے اور چھوٹے سے رابطہ قائم کر کے وسیع پیمانے پر مجلس عمل کی داغ بیل ڈالیں۔ اور پورے ہوش و تدبر اور حکمت و دانش کے ساتھ اقدام کا راستہ تجویز فرمائیں۔۔۔ اگر کوئی مذہبی طبقہ یا سیاسی ٹولہ اس معاملہ میں احتراز کرے تو اسے قوم کے سامنے بے نقاب کریں۔ اس کے بغیر معاملات کی اصلاح ممکن نہ ہو سکے گی اور قریشی صاحب کے اغوا کا مسئلہ حل نہ ہو سکے گا۔ جلسے، کانفرنسیں، قراردادیں، عوامی جذبات کی غرض سے ضروری ہیں۔ لیکن یہ مسائل کا حل نہیں۔ مسائل کا حل وحدت و قوت کے اندر ہے جس کی ذمہ داری آپ پر ہے ۵۳ء اور ۷۴ء کے بعد آج بھی اگر آپ تدبر و فراست کا مظاہرہ کر کے خلوص و للّٰہیت کے ساتھ قوم کو جوڑیں تو انشاء اللہ تعالےٰ قوم آپ کو آواز پر لبیک کہے گی اور قوم کی لبیک مسائل کا واحد حل ہو گی رب العزت ہمیں دولتِ خلوص سے نوازے۔ اور وحدت و اجتماعیت کے ساتھ آگے بڑھنے کی توفیق دے۔

علوی

۲۹ر محرم ۱۴۰۴ھ

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

اتّباعِ رسولؐ کے ذریعہ ہی قربِ خداوندی نصیب ہوتا ہے

پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالی

بعد از خطبہ مسنونہ:۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی

محترم حضرات و معزز خواتین!

سورہ آل عمران کی یہ آیت کریمہ ہے، آل عمران کے چوتھے رکوع کی پہلی آیت۔ اس سورۃ کا بڑا حصہ اس وقت نازل ہوا جب نجران کے کچھ عیسائی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مختلف موضوعات پر گفتگو کی۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا تفصیلی تعارف کرایا بتایا کہ کس طرح ہم نے باپ کے بغیر انہیں پیدا کیا۔ اور کیا کیا معجزات عطا فرمائے اور یہودیوں کے شر سے بچانے کی غرض سے کس طرح زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا۔ یہ سب مباحث اسی سورۃ میں ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عیسائی اور ان کے ساتھ یہودی بھی یہ دعویٰ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا جو تعلق و پیار ہمیں حاصل ہے وہ اور کسی کو نہیں۔ اپنے نبیوں کو اللہ تعالےٰ کا بیٹا کہتے کہتے انہوں نے خود بھی اللہ کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا۔ اور ایسی عجیب غریب باتیں کیں کہ توبہ بھلی!

قرآن عزیز میں اللہ جلشانہ نے ان کے باطل نظریات اور غلط عقاید کی تردید کی۔ مسیح علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کو غلط بتایا۔ تین خداؤں کے تصور کی نفی کی۔ اور کہا کہ مسیح اور ان کی والدہ اللہ تعالےٰ کے بندے تھے خدا نہ تھے۔ بندے ایسے کہ وہ کھانا کھاتے۔ رہ گئی یہ بات کہ کوئی اور خدا کا بیٹا ہے تو یہ بھی غلط ہے جب نبی اللہ کا بیٹا اور جزو نہیں ہو سکتا تو اور کیسے ہو سکتا ہے۔ ہاں البتہ لوگ صحیح نظریات، سچے عقاید اور درست فکر اختیار کر کے اور اعمال صالحہ بجا لا کر اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں اور حقیقت میں ایک مسلمان کی خواہش یہی ہونی چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کا قرب نصیب ہو جائے۔ بندہ کی معراج یہی ہے لیکن اس معراج کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالےٰ کی مرضی پر چلے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی معلوم کرنے کا واحد ذریعہ اس کے نبی ہوتے ہیں۔ نبی دنیا میں بہت آئے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں رضاء الٰہی حاصل کرنے کا طریقہ بتایا اور اپنا وقت پورا کر کے رخصت ہو گیا جو بعد میں آیا اس نے پہلے کی تصدیق کی اور ضرورت کے تحت شریعت میں اللہ کی طرف سے ترمیمیں بیان کر دیں اب چونکہ دَور محمدی ہے اور یہ دَور ہمیشگی کا ہے کہ نبوّت آپؐ پر ختم ہو گئی اس لئے اب قرب خداوندی اس کی محبت کے حصول کا طریقہ اور

(باقی ۲۶ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

دُعا مومن کا ہتھیار ہے

دُعا سے رُوگردانی اور استکبار مسلمانوں کا شیوہ نہیں!

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :
اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—
وقال ربکم ادعونی استجب لکم ..... سیدخلون جھنم داخرین ۔ (صدق اللہ العلی العظیم)

محترم حضرات و معزز خواتین! سورۂ مومن کے چھٹے رکوع کی آخری آیت ہے جو آپ نے سماعت فرمائی۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

"اور کہتا ہے تمہارا رب، مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو، بے شک جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری بندگی سے، اب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں :۔

"بندگی کی شرط ہے اپنے رب سے مانگنا۔ نہ مانگنا غرور ہے۔ اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ بندوں کی پکار کو پہنچتا ہے۔ یہ بات تو بے شک برحق ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر بندے کی ہر دعا قبول کیا کرے یعنی جو مانگے وہ ہی چیز دے دے۔ نہیں اس کی اجابت کے بہت سے رنگ ہیں جو احادیث میں بیان کر دئے گئے ہیں۔ دنیا کی ہر چیز اس کی مشیت پر موقوف اور حکمت کے تابع ہے (جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ یعنی دور کر دیتا ہے اس مصیبت کو جس کے لئے اس کو پکارتے ہو اگر وہ چاہتا ہے) بہر حال بندہ کا کام ہے مانگنا اور یہ مانگنا خود ایک عبادت بلکہ مغز عبادت ہے۔" (حاشیہ عثمانی صـ ۶۱۴)

شہ رگ سے زیادہ قریب

قرآن عزیز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا :۔

"اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں تو قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے تو چاہیئے کہ وہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں مجھ پر تاکہ نیک راہ پر آئیں۔" (البقرہ)

اللہ تعالیٰ کے قرب کی بات چھڑتی ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ رب العزت کتنے قریب ہیں؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں :۔

"اور ہم اس کے نزدیک ہیں رگِ جان سے زیادہ" (ق)۔

اس آیت کے متعلق علامہ عثمانی لکھتے ہیں :۔

"اس سے گردن کی رگ مراد ہے جسے شہ رگ کہتے ہیں۔ اور جس کے کٹنے سے انسان مر جاتا ہے۔ شاید یہ کنایہ ہو جان اور روح سے، مطلب یہ ہوا کہ ہم باعتبار علم کے اس کی روح اور نفس سے بھی نزدیک تر ہیں۔ یعنی جیسا علم انسان کو اپنے احوال کا ہے ہم کو اس کا علم خود اُس سے بھی زیادہ ہے۔"

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے خوب لکھا ہے :۔

"اللہ اندر سے نزدیک ہے اور رگ آخر باہر ہے جان سے"

بہر حال کہنا یہ ہے کہ اللہ رب العزت غنی، ہمدرد، داتا و بے نیاز ہے اس کے بالمقابل انسان محتاج اور فقیر ہے، اتنا کمزور و بے بس ہے کہ کبھی اس سے کوئی چیز چھین لے کر لے جائے تو وہ نہ واپس لے سکے۔ دیوار پیچھے کی چیز کا اسے علم نہیں۔ اپنے چھوٹے چھوٹے معاملات میں وہ محتاج و فقیر ہے۔ اس کے احتیاج اور فقر کا علاج بارگاہ رب العزت میں دعا و پکار سے ہوتا ہے۔ جب بندہ لجاجت اور کمال دلسوزی کے ساتھ اسے پکارتا ہے اور پکارتا محض اسی کی طرف دھیان کر کے ہے تو رب العزت نہ صرف سنتے ہیں بلکہ اجابت بھی ہوتی ہے، سنا بھی جاتا ہے اور ضرورت پوری بھی ہوتی ہے۔

حجاج بن یوسف کا واقعہ

اموی دورِ اقتدار میں ایک گورنر ہیں حجاج بن یوسف۔ قرآن کریم کے اعراب وغیرہ لگوانے کا کریڈٹ اس بندۂ خدا کو جاتا ہے اتنی بڑی خدمت کی کہ بایہ و شاید۔ اس کے متعلق تاریخ میں بڑی روایات ہیں جن سے اس وقت کوئی سروکار نہیں۔ دعا کے متعلق ایک بات اس سے منقول ہے اسے صرف عرض کرنا ہے وہ جب حج کے لئے گیا تو طواف کعبہ کے دوران ایک نابینا کو دیکھا غلاف کعبہ پکڑ کر دعا کر رہا ہے حجاج نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ بیس سال سے میں اپنی بینائی کے لئے اسی طرح غلاف پکڑ کر دعا کر رہا ہوں۔ حجاج نے کہا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بیس سال سے نہ تو تمہاری دعا قبول ہوئی اور نہ اس کا کسی دوسری شکل میں بدلا ملا۔ مجھے اس پر تعجب ہے، ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ میری تلوار اپنے پاس رکھو تین دن بعد میں واپس آؤں گا، اگر تمہاری دعا قبول نہ ہوئی تو میں اسی سے تمہیں قتل کر دوں گا۔ اس نے تلوار لے لی اور دعا شروع کر دی۔ حجاج تین دن بعد واپس آیا تو نابینا بینا ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھیں واپس مل چکی تھیں۔ حجاج نے کہا اصل یہ ہے کہ بیس برس سے تم مانگ تو رہے تھے لیکن بے پرواہی کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے نبی کا ارشاد ہے کہ قلب غافل سے جو دعا مانگی جائے وہ قبول نہیں ہوتی اس کے مقابلہ میں جو دل کے ساتھ تین دن مانگی تو اس کا نتیجہ سامنے آ گیا۔ گویا یہ جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

دعا اور طریقۂ انبیاءؑ

حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی تمام تر عظمت و معصومیت کے باوصف اپنی مشکلات و پریشانیوں میں رب قدیر کے آستانہ پر ہی سرِ نیاز جھکاتے اور اسی سے فریاد کرتے کیونکہ وہ خوب سمجھتے تھے کہ اسی پروردگار کا آستانہ ہے جہاں کوئی فریاد رائیگاں نہیں جاتی۔ چنانچہ سب سے پہلے

بندے اور پہلے ہی رسول حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھیں وہ کس طرح رب کائنات کے آستانہ پر سجدہ ریزی کرتے اور فریاد کرتے ہیں ،

"بولے وہ دونوں (یعنی آدم وحوا) اے رب ہمارے ظلم کیا ہم نے اپنی جان پر، اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور ہو جائیں گے تباہ" (الاعراف)

جب آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹھہرنے کا حکم ہوا تو یہ فرما دیا گیا کہ جنت کی ہر چیز استعمال کرنے کی کھلی چھٹی ہے بس اس ایک درخت سے احتراز کریں —— شیطان نے اپنی ذلت کا بدلہ لینے کی غرض سے پیہم قسمیں کھا کھا کر انہیں وہی درخت کھانے کی ترغیب دی ۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی جو عظمت آپ کے دل میں تھی اس کے سبب آپ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ اللہ کا نام لے کر جھوٹ بولنا بھی ممکن ہے ۔ چنانچہ درخت استعمال کرنے کے سبب عتاب ہوا ۔ جس عذاب سے چھٹکارا اس دعا کے ذریعہ ہوا اس کا ترجمہ ابھی آپ نے ملاحظہ کیا ۔

ایک ضروری تنبیہ

انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں ۔ رب العزت کی نافرمانی اُن سے سرزد نہیں ہوتی ۔ یہ معصومیت ان کے لئے لازمی صفت ہے جو کسی وقت بھی ان سے الگ نہیں ہوتی ۔ جو لوگ عصمت کو عارضی صفت مانتے ہیں انہوں نے رب العزت اور انبیاء علیہم السلام کو نہیں پہچانا ۔ بعض انبیاء کے متعلق قرآن پاک میں اس قسم کے جو واقعات آتے ہیں انہیں معصیت و نافرمانی پر محمول نہیں کیا جا سکتا ۔ بلکہ وہ زلّت ولغزش کے ضمن میں آتے ہیں جہاں نبی کا ارادہ اور عزم نام کو نہیں ہوتا اسی واقعہ کے متعلق سورۃ طٰہٰ میں ہے :۔

" اور ہم نے تاکید کر دی تھی آدم کو اس سے پہلے پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں کچھ پختگی ۔ (یعنی عزم ان میں نہ پایا بس چوک ہو گئی)

اور آدمی جتنا بڑا ہوتا ہے چھوٹی سی بات اس کے لئے پہاڑ بن جاتی ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ مشہور مقولہ ہے ۔ بڑے آدمی کو چھوٹی سی بات زیادہ محسوس ہوتی ہے اس لئے آدم علیہ السلام کو شدید احساس ہوا ۔ گریہ و بکا میں مشغول ہوئے یہ کلمات دعا زبان سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما کر انہیں اپنا منتخب اور پسندیدہ بنا لیا ۔

الغرض کہنے سے مطلب یہ ہے کہ دعا بڑا موثر ہتھیار ہے جس سے بڑے بڑے کام ہو جاتے ہیں اور رب العزت اس کی بدولت اپنے بندوں کو رحمتوں سے سرفراز فرما دیتے ہیں —— اس موضوع پر کچھ گذارشات آئندہ ہفتہ پیش ہوں گی ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ : حضرت لاہوری رحمۃ

حکم دیا جاتا ہے ۔

خلاصہ

مذکورۃ الصدر آیات میں فرشتوں کی مندرجہ ذیل صفتیں مذکور ہیں (۱) رات اور دن اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا (۲) تسبیح کرتے نہ تھکنا (۳) تسبیح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا (۴) خود تو گناہ سے پاک ہیں ، مگر گنہ گاروں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنا (۵) یاد الٰہی کے لئے صف بستہ ہونا (۶) اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا ۔

ذوالفقار علی جھٹہ
احمد پور شرقیہ

مولانا ابو الکلام آزاد

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا
ملک میں اک چراغ تھا نہ رہا

خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
آباد ہے اِک تازہ جہاں تیرے ہنر میں

ولادت اور تعلیم

مولانا ابو الکلام آزاد کا اصل نام احمد ہے ۔ ابو الکلام کنیت ، آزاد تخلص ، فیروز بخت تاریخی نام اور امام الہند خطاب ہے آپ ذوالحجہ ۱۳۰۵ھ مطابق ستمبر ۱۸۸۸ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے ۔

مولانا آزاد کا بچپن مکہ میں بسر ہوا ۔ ابتدائی تعلیم آپ نے گھر ہی میں حاصل کی ۔ تعلیم کی بسم اللہ شیخ عبداللہ مرداد کے مبارک ہاتھوں ہوئی اس وقت آپ کی عمر پانچ سال کی تھی ۔ اور قرآن شریف اپنی خالہ سے پڑھا جو بڑی خوش الحانی سے تلاوت کرتی تھیں ۔ اور اچھی طرح لکھنا پڑھنا جانتی تھیں اور حرم کے سب سے بڑے شیخ حسن سے قرأت سیکھی تھی اسی عرصہ میں ہندوستان کا سفر پیش آگیا ۔ آپ کی عمر سات آٹھ سال تھی کہ اپنے والد کے ساتھ ہندوستان آگئے اور اسی زمانہ میں آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا ۔

مولانا کے والد مولانا خیر الدین ۱۸۳۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے لیکن ابھی وہ بچے ہی تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا ، اس لئے ان کی پرورش ان کے نانا مولانا منور الدین نے کی ، جو کہ مغل عہد کے وہ آخری بزرگ تھے ۔ جنہیں رکن المدرسین کا منصب دیا گیا تھا ۔

مولانا کے والد مولانا خیر الدین اپنی خاندانی روایات کے صحیح اور حقیقی علمبردار تھے وہ ایک جید عالم اور صوفی تھے ۔ اور کئی ایک مشہور کتابوں کے مصنف تھے ۔ دہلی ، گجرات ، کاٹھیاواڑ ، بمبئی اور کلکتہ میں ان کے لاکھوں مرید تھے ۔ ۱۸۵۷ء میں جب ہندوستانیوں نے استخلاص وطن کے لئے ایک مسلح جدوجہد کی تو انگریزی ظلم و تشدد کی مشینری پوری قوت اور طاقت کے ساتھ حرکت میں آئی اور "بغاوت" کو دبانے کے لئے جو انسانیت سوز مظالم ڈھائے گئے ۔ انہیں خود منٹگمری مارٹن یوں بیان کرتا ہے :۔

" ہماری فوج جب شہر میں داخل ہوئی تو اس کی چار دیواری کے اندر جو کوئی نظر آیا ۔ نوک سنگین سے وہیں ڈھیر کر دیا گیا اور ایسے لوگوں کی تعداد بہت کافی تھی ۔ بعض گھروں میں تو چالیس چالیس پچاس پچاس آدمی چھپے ہوئے تھے ۔ ان لوگوں کا بغاوت سے کوئی تعلق نہ تھا ۔ بلکہ یہ ایسے شہری تھے جنہیں ہماری رحم پسند حکومت سے بخشش کی توقع تھی ۔ مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ ان لوگوں کو مایوسی ہوئی "

قدرت خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی ۔ پُرامن شہریوں کو تہ تیغ کیا جا رہا تھا ۔ بوڑھے ، بچے ، جوان ، مرد اور عورت میں کوئی تمیز نہ کی جاتی تھی ۔ لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم تھا ، گورے سپاہیوں کے ہاتھوں کسی کی جان و مال اور عزت و عفت محفوظ نہ تھی ۔ سربرہنہ دلّی کے گلی کوچوں میں پھر رہی تھی اور جس طرف نگاہ اٹھتی ، لاشوں کے ڈھیروں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا ، چیخ و پکار کے علاوہ اور کوئی آواز کانوں تک نہ پہنچتی ، مولانا خیر الدین ایسے صوفی منش بزرگ کے لئے اس ظلم و استبداد کی بستی میں ٹھہرنا ناممکن ہو گیا ۔

وہاں سے سیدھے رامپور پہنچے۔ نواب یوسف علی خان والئ رامپور آپ کا مرید تھا۔ اس کی وساطت سے آپ بمبئی تشریف لائے اور وہاں سے مکہ معظمہ کا سفر اختیار کیا۔

مولانا خیر الدین کے علم وفضل اور مجد وبزرگی کا شہرہ ہندوستان کی چار دیواری سے نکل کر ممالک اسلامیہ میں پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ سلطان عبد الحمید نے آپ کو قسطنطنیہ بلا بھیجا۔ قیام ترکی دوران سلطان نے مولانا کی کئی کتابیں اپنے خرچ سے قاہرہ میں چھپوا کر شائع کیں۔ قسطنطنیہ سے واپسی پر آپ نے مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی اور مفتی مدینہ منورہ شیخ محمد ظاہر وتری سے شادی کی۔ قیام مکہ کے دوران آپ نے اپنے مریدوں سے گیارہ لاکھ روپیہ اکٹھا کر کے نہر زبیدہ کی مرمت کرائی۔

مولانا آزاد کے اساتذہ کرام

تعلیم کی بسم اللہ شیخ عبد اللہ مرداد کے ہاتھوں ہوئی اس وقت آپ عُمر کے پانچویں سال میں داخل ہوئے تھے۔ قرآن مجید کی تعلیم زیادہ تر ان کی خالہ نے دی کبھی کبھی شوقیہ طور پر حافظ بخاری اور ایک مولوی صاحب کے پاس باہر بھی چلے جاتے تھے۔

شیخ عبد اللہ مرداد

مولانا کے اساتذہ میں شیخ عبد اللہ مرداد کا نام سر فہرست آتا ہے۔ آپ حرم شریف کے خطیب تھے اور اہل مکہ میں تراجم و تاریخ کے متبحر عالم تھے۔

خالہ محترمہ

شیخ عبد اللہ کی الف تا شین حروف شناسی اور رسم بسم اللہ کی ادائیگی کے بعد مولانا کو جس استاد سے پہلا سابقہ پڑا وہ خود مولانا کی خالہ تھیں۔ مولانا کی ان استاد خالہ کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

حافظ بخاری

مولانا کی تعلیم زیادہ تر گھر میں خالہ سے ہوئی۔ کبھی کبھی باہر بھی سبق لیا گیا۔ لیکن وہ کوئی باقاعدہ مدرسہ نہ تھا۔ ان میں دو کا تذکرہ مولانا آزاد نے کیا ہے ایک حافظ بخاری تھے اور دوسرے ایک مولوی صاحب۔

مولوی صاحب

حافظ بخاری کے علاوہ مولانا آزاد نے اپنے جن استاد کا تذکرہ کیا ہے ان کے نام کا پتہ بھی نہیں چلا لیکن مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ "ہم لوگ ان کو "مولوی صاحب" کہہ کر پکارتے ہیں۔

شیخ حسن

مولانا نے قرآن مجید گھر ہی میں ختم کیا۔ اس کے بعد حرم شریف میں "قرأت" کے لئے جانا شروع کیا اور قاری شیخ حسن سے قرأت سیکھی۔

مولوی نذیر الحسن

مولوی نذیر الحسن صاحب میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ مولانا آزاد کے اساتذہ میں مولوی نذیر الحسن صاحب کا ایک خاص مقام ہے۔

مولانا کی شاعری

مولانا آزاد نے اپنی شاعری کی ابتدا اور ذوق کے بارے میں لکھا ہے کہ تیرہ چودہ سال کی عمر میں پیدا ہوا تھا۔ فرماتے ہیں۔ "مرزا غالب کے آخری عہد کے ایک شاگرد شاہ خاں شوخی رام پور کے باشندے کلکتے میں رہتے تھے۔ مجھے شاعری کا خبط ہوا اور اس خبط نے ان سے ملایا۔ اور پھر مولوی ظفر حسن کی کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا اور اصلاح کے لئے خطو کتابت شروع کی۔

"نیرنگ عالم" کا اجرا

اب شاعری کا شوق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ایک گلدستہ نکالنے کا خیال ہوا اور "نیرنگ عالم" کے نام سے ایک گلدستہ جاری کر دیا۔ جو پچاس روپے کے مختصر سرمایہ سے اُن کی ارادت میں آٹھ ماہ تک جاری رہا۔ یہیں سے مولانا کی اخبار نویسی کا آغاز ہوا لیکن یہ بچپن کی اخبار نویسی تھی جو شاعری کے ذوق وشوق کی تکمیل کے لئے شروع کی گئی۔

صحافتی زندگی کا آغاز

مولانا کی صحافتی زندگی کا آغاز اس وقت ہوا جبکہ آپ کی عمر صرف ۱۵ سال تھی۔ سب سے پہلے آپ نے "لسان الصدق" کے نام سے ایک ماہوار جریدہ نکالا۔ جس کی مولانا حالی نے بے حد تعریف کی۔ ۱۹۰۴ء میں جب مولانا حالی مولانا آزاد سے ملے تو انہیں یقین نہ آیا کہ ۱۶ سال کا یہ لڑکا "لسان الصدق" جیسے بلند پایہ جریدے کا ایڈیٹر ہو سکتا ہے۔ ۱۹۰۴ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور نے اپنے

سالانہ اجلاس میں ایڈیٹر "لسان الصدق" سے ایڈریس پڑھنے کی درخواست کی۔ اراکین انجمن کو ذاتی طور پر مولانا سے تعارف نہ تھا۔ وہاں مولوی نذیر احمد، مولانا حالی اور ڈاکٹر اقبال جیسی شخصیتیں موجود تھیں۔ جب مولانا حالی سے آپ کا تعارف کرایا گیا تو آپ یہ سمجھے کہ مولانا ابو الکلام آزاد نے اپنے صاحبزادے کو بھیج دیا ہے اور جب انہیں اس کا یقین دلایا گیا کہ مولانا ابو الکلام آزاد ہی ہیں تو حالی حیران رہ گئے۔

"الہلال" کا اجراء

۱۹۰۴ء میں جب مولانا آزاد مصر سے تشریف لائے تو ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی اور مذہبی زندگی کے حالات دیکھ کر کلیجہ تھام کر رہ گئے۔ آپ کی عقابی نگاہ نے ہندوستان کے اسلامی مریض کو دیکھا اور اس کے سیاسی اور مذہبی مرض کا علاج یہ تجویز کیا کہ مسلمانوں کے دلوں سے انگریز کی وفاداری کا جذبہ ختم کیا جائے۔ چنانچہ اسی مقصد سے آپ نے "الہلال" جاری کیا۔ جون ۱۹۱۲ء میں "الہلال" کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔

قیام دہلی کے دوران بھی آپ کو کئی بادشاہی اعزاز پیش کئے گئے اور دربار کی یہ انتہائی خواہش رہی کہ آپ انہیں شرفِ قبول بخشیں لیکن آپ نے ہمیشہ انکار کیا اور فرمایا۔

"گھر بناتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ
کہیں دل ویران نہ ہو جائے"

"الہلال" ہر اعتبار سے نرالا تھا، اس کا انداز مجتہدانہ، وہ احیائے تعلیمات صادقہ اسلام کا داعی تھا۔ اسلام کی سنت حریت کی تجدید اور جہاد حق وصداقت کی طرف بلاوا تھا۔ علم وادب اس کا خاص موضوع تھا طرز تحریر میں وہ ایک اسلوب جدید انداز نو کا حامل تھا۔ اس نے اردو فن صحافت کی ہر شاخ میں اپنی راہ الگ نکالی اور جو کام ہندوستان کی پوری ایک صدی کی حیات وطباعت وصحافت اور دور تصنیف وتالیف میں شروع نہ ہو سکا تھا۔ اسے مولانا کے معجزانہ اثر قلم ہی نے شروع کیا۔

٥ تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض عام ہو ساقی

سیاسی زندگی کی ابتداء

حقیقتاً ۱۹۱۲ء ہی سے مولانا کی سیاسی زندگی شروع ہوتی ہے جب کہ آپ نے "الہلال" کے ذریعہ مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کیا اور ان میں روحِ جہاد پھونکی۔ مولانا کا یہ کارنامہ ایسا کارنامہ تھا جس کی انگریزی حکومت کو ہرگز توقع نہ تھی۔ چنانچہ انگریزی حکومت نے اس صدائے حق کو خاموش کر دینے کی کوششیں شروع کر دیں اور آخر ۱۹۱۵ء میں "ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ" کی "تلوار" الہلال" پر گری اور اس پر پارۂ آتش کی چنگاریاں سرد پڑ گئیں۔ گو دلوں کی انگیٹھیاں زندگی کی حرارت سے دہک رہی تھیں لیکن مولانا نے حکومت کو اس کے اس "کارنامہ" پر خوش ہونے کا موقعہ نہ دیا۔ اور مولانا کا کمال "البلاغ" کی صورت میں پھر پھوٹ نکلا "البلاغ" کو جاری ہوئے چند مہینے ہی گذرے تھے کہ اپریل ۱۹۱۶ء میں حکومت بنگال نے مولانا کو صوبہ بدر کر دیا۔ پنجاب، یوپی، بمبئی اور دوسرے صوبوں کی حکومت نے پہلے ہی آپ کا داخلہ بند کر رکھا تھا۔ لہٰذا مولانا آزاد کو رانچی میں پناہ لینا پڑی جہاں پانچ ماہ بعد آپ کو نظر بند کر دیا گیا۔ اور البلاغ کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اور ۱۹۲۰ء میں آپ کو رہا کیا گیا۔ آپ جنگ عظیم کے قیدیوں میں سب سے آخر میں رہا ہوئے۔

اخبار پیغام

البلاغ کا سلسلۂ اشاعت منقطع ہوا تو ۱۹۲۱ء میں حضرت مولانا نے کلکتہ سے ایک اور اخبار "پیغام" جاری کیا۔ جس کے مسلک کی نگرانی خود کرتے تھے۔ اور اکثر اس میں مضامین بھی لکھتے تھے۔ ۱۹۲۷ء میں احباب کے اصرار پر "الہلال" کو دوبارہ جاری کیا، لیکن اس بار بھی "الہلال" کے خرمن حیات کو حکومت کی نگاہ گرم نے پھونک ڈالا۔

تین دور

اس طرح ہم مولانا کی صحافتی زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک وہ جو مخزن، اخبار وکیل، الندوہ اور لسان الصدق سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا دور الہلال کا تیسرا البلاغ کا، دورِ اول خاص علمی تھا۔ دوسرا سیاسی اور تیسرا مذہبی واصلاحی، ان تینوں زمانوں میں انہوں نے جو کچھ لکھا؎

؎ وہ ان کے علم وفضل، فکر ونظر، سیاسی بصیرت اور انفرادیت کا زبردست مظاہرہ تھا۔

(باقی آئندہ)

ایک عظیم تاریخی انکشاف

نمرود اور فرعون کے شخصی نام

پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (پیرس فرانس)

قرآن مجید میں جہاں اچھے بادشاہوں کا ذکر ہے۔ مثلاً حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ اور طالوت۔ وہیں بُرے بادشاہوں کا بھی ذکر ہے جن میں سے ایک حضرت ابراہیمؑ کا معاصر ہے۔ اور اسے ہم عام طور پر نمرود کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور دوسرا حضرت موسیٰؑ کا ہمعصر یعنی فرعون۔

قرآن مجید میں ان کے نام نہیں ہیں۔ آج انہیں کا کچھ ذکر مطلوب ہے واللہ المستعان۔

نمرود

قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کا بار بار ذکر ہوا ہے۔ سورۂ بقرہ (۲۵۸/۲) میں ایک خدائی دعوے دار بادشاہ سے ان کی حجت کرنے کا ذکر ہے جو بحث میں لاجواب ہو کر مبہوت ہو جاتا ہے (مگر ایمان نہیں لاتا)

سورۂ صافات (۳۷/ ۹۰ ومابعد)

اور سورۂ انبیاء (۲۱/۲۲) میں بیان ہوا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو بت شکنی کے "جرم میں زندہ آگ میں جھونک دیا گیا اور وہ معجزانہ بچ نکلے لیکن وہاں بادشاہ کا ذکر نہیں ہے۔ لوگوں یا قوم کا ہے۔ لیکن قیاس ہو سکتا ہے کہ یہ "سزا" بادشاہ ہی کے حکم سے دی گئی ہوگی۔ عوام الناس کی طرف سے نہیں یہ کون بادشاہ تھا؟

اسلامی ادبیات میں (اردو میں) اس بادشاہ کو نمرود کا نام دیا جاتا ہے محمد بن حبیب البغدادی (فوت ۲۴۵ھ) جو ابن قیتبہ کا استاد رہا ہے اپنی کتاب المحبّر (مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن) صفحہ ۴۶۵-۴۶۶ پر اسے نقطہ دار ذال سے لکھتا ہے اور نماردۃ کا لفظ بصیغہ جمع استعمال کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ چھ نمرود گزرے ہیں جن میں سے نمرود بن کنعان بن حام بن نوح حضرت ابراہیم والا ہے دوسرے الفاظ میں نمرود لقب ہے نام نہیں (جیسے فراعنۃ فرعون کی جمع ہے)۔

جدید مغرب نے بھی علم کی خدمت کی ہے اور ہمارے موضوع کے سلسلہ خاص کر اس بات میں کامیابی حاصل کی ہے کہ پرانے غیر معروف خطوں میں لکھی ہوئی عبارتوں کو بھی پڑھیں۔ (میں آج اس تفصیل میں نہیں پڑوں گا۔ کہ اس میں انہیں کس طرح کامیابی ہوئی اور ان کے ادعا کامیابی کو کس حد تک قبول کیا جا سکتا ہے؟)

بہر حال بابل (عراق) میں پرانے زمانے میں کیونی فارم میں یعنی خط میخی رائج تھا۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سارے حروف میخ کی شکل کی آڑی ترچھی علامتوں پر مشتمل ہوتا تھا (مثلاً [illegible]) اس زمانے میں کاغذ نہیں پایا جاتا ہے۔ اس لئے کتابیں اینٹوں کی صورت میں ہوتی تھیں اور اینٹ ابھی گیلی ہوتی تھی تو اس پر حروف کندہ کر دئے جاتے تھے، جو اینٹ کے سوکھنے پر مٹ نہ جائیں اور سیاہی کے مقابلے میں یہ عبارت زیادہ دیرپا ہوتی۔ کھدائیوں میں ایسا ایک کتب خانے کا کتب خانہ ہی برآمد ہوا ہے۔ جس سے ان کی علمی ترقی کا اندازہ ہوتا ہے قبل اس کے کہ نمرود کے نام کے کتبوں کا ذکر کروں۔ ایک دلچسپ چیز عہد نبویؐ کے متعلق عرض کرتا چلوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب

دومۃ الجندل کو فوج بھیجی اور وہاں کا شرارت پسند حکمران اکیدر گرفتار ہو کر حاضر ہوا تو اس سے ایک معاہدہ ہوا اور راوی کے الفاظ ہیں کہ "ختمہٗ صلی اللہ علیہ وسلم بظفرہٖ" (حضور اکرم نے اس معاہدے پر اپنے ناخن سے مہر ثبت فرمائی) اکیدر کا خاندان عراقی تھا۔ اور واقعتہً ان میخی کتبوں میں ہلال یعنی ناخن کی شکل کی ایک لکیر ہوتی ہے جو ہمارے آج کل کے دستخط کا کام دیتی ہے۔

بہر حال ان بابلی کتابت میں جو میخی خط میں ہیں ایک بہت بڑے بادشاہ حمورابی کا نام ملتا ہے۔ اس کا زمانہ تقریباً انیس بیس سو برس قبل مسیح متعین ہوا ہے۔ اور یہی زمانہ اسی ملک بابل میں حضرت ابراہیم کا بھی قرار دیا جاتا ہے اس لئے مغربی اہل علم کا قیاس یا گمان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کے نمرود سے مراد حمورابی بادشاہ ہوگا۔

اس بادشاہ نے ہندوستان کے راجہ اشوک کی طرح اپنے قوانین اور احکام پتھر کے ستونوں پر کندہ کرا کے شائع کئے تھے۔ ایک ایسا کتبہ موجودہ بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں ایران کے سوس نامی شہر میں ملا اور اب وہ پارِیس کے عجائب گھر لوور کو زینت بخش ہے اس کی میخی خط کی عبارت جو ایک کتاب کی کتاب ہے پڑھ بھی لی گئی ہے اور فرنگی زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ اس کے دو نکتوں پر بطور جملہ معترضہ ذکر کرنے پر اکتفا کروں گا۔

پہلے یہ کہ بابلی زبان ایک سامی زبان ہے اور عربی سے کافی قریب چنانچہ کتبے پر کے قانون نامے میں ایک لفظ "مشکینو" آیا ہے۔ جو عربی میں "مسکین" بن گیا ہے۔ اس سے مراد بابلی زبان میں اجنبی کے ہوتے ہیں یعنی وہ اجنبی جو ہمارے ملک میں سکونت پذیر ہو گئے ہوں (اسی بناء پر میرا ناچیز گمان ہے کہ آیت "اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ"[1] میں لفظ مساکین کے جو معنی حضرت عمرؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت ابن عباسؓ نے لئے ہیں وہی مرجح ہیں یعنی فقراء سے مراد مسلمانوں میں کے غریب اور مساکین سے مراد غیر مسلم اہل الذمہ میں کے غریب، حضرت عمرؓ نے ایک یہودی کے متعلق یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے کہ ھذا من مساکین اھل الکتاب (دیکھو کتاب الخراج لابی یوسف اور تفسیر الطبری، بر آیت صدقات)

دوسرا نکتہ اس حمورابی والے قانون میں قصاص سے متعلق احکام میں لکھا ہے کہ مقتول کی بنا پر قاتل کو بھی قتل کیا جائے۔ جو ٹھیک ہے—اور یہ کہ کسی نے کسی اور شخص کے بیل کو مار ڈالا ہے۔ تو قاتل کو شخصاً نہیں بلکہ اس کے بیل کو سزائے موت دی جائے گی جو ایک حد تک گوارا کی جا سکتی ہے لیکن اگر کسی نے کسی اور کی بیٹی کو جان سے مارا ہو تو قاتل کی بیٹی کو جان سے مارا جائے گا۔ (یہ ہے پرانی منطق جو حمورابی کے زمانے کے "فقہا" کے ذہن نشین تھی۔ الحمد للہ اسلام نے اسے بدل دیا)

فرعون

قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ اور مصر کے حکمران فرعون کا بھی بارہا ذکر آیا ہے اور تورات میں بھی مماثل قصے ہیں۔ چونکہ خود قرآن نے فرمایا ہے کہ:

قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (سورہ آل عمران آیت ۹۳)

تورات کے اقتباسات میں بظاہر کوئی حرج نہیں۔ نمرود کی طرح فرعون خدائی کا دعوے دار تھا (انا ربکم الاعلیٰ) اس نے حضرت یعقوب کی اولاد کو جو مصر میں سکونت پذیر تھی نیست و نابود کرنے کی یہ تدبیر سوچی تھی ان کی نوزاد اولاد نرینہ کو دائیوں کی مدد سے فوراً قتل کرا دیا جائے صرف لڑکیوں کو زندہ رہنے کا حق دیا جائے جو کسی یہودی کی جگہ مجبوراً کسی فرعونی مذہب والے مصری سے نکاح کرے گی۔ اور اس طرح مصر میں ضم ہو کر بنی اسرائیل کی انفرادیت ختم ہو جائے گی ان ظالمانہ احکام کے نفاذ کے زمانے میں ہی حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے۔ ماں کو کچھ اور نہ سوجھا تو بچے کو ایک صندوق کی طرح کے گہوارے (تابوت) میں لٹا کر اسے دریائے نیل میں بہا دیا۔ خدا کی حکمت اور قدرت کے کیا کہنے۔

[1] حوالہ سورہ توبہ آیت ۶۰

اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ وَیَمُدُّھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۵)

وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔ (آل عمران آیت ۵۴)

وہ گہوارا جا کر اٹکا فرعون کے محل کے سامنے، گنے جیسی لمبی گھاس کے جھنڈ میں۔ اور قرآن مجید کے مطابق فرعون کی بیوی نے، اور تورات موجودہ میں فرعون کی لڑکی نے جو دریا میں تیرنے یا نہانے کے لئے آئی ہوئی تھی (استعجاب سے اسے نکالا۔ اور پھر زنانہ شفقت سے اسے محل میں لے گئی غالباً نام بھی اسی نے دیا کہ موسیٰ کے لفظی معنی ہیں پانی سے نکالا ہوا، بچایا ہوا۔ مو۔ ماؤ۔ پانی اور سی۔ اُسی۔ مدد و مواسات کرنا) بچے کی فرعون کے محل میں پرورش ہوئی فرعون بھی شفقت کرنے لگا۔ اور جب آپ جوان ہوئے اور فرعون نے حبشہ پر فوج کشی طے کی۔ تو حضرت موسیٰ پروردۂ شاہی کو سپہ سالار بنایا گیا اور انہوں نے وہاں ایک حبشن سے نکاح بھی فرمایا جس پر ان کے بھائی حضرت ہارونؑ نے ناپسندیدگی بھی ظاہر کی۔ جیسا کہ تورات کی روایت ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ مصری نہیں اسرائیلی ہیں۔ اس لئے جس دن ایک مصری کو دیکھا کہ ایک اسرائیلی کو بے وجہ ایذا پہنچا رہا ہے تو انہوں نے غصہ سے ایک جان لیوا گھونسا مارا جیسا کہ تورات اور قرآن دونوں میں مذکور ہے اس پر حضرت موسیٰؑ کے خلاف "وارنٹ گرفتاری ہوا اور وہ مصر سے چپکے سے روانہ ہو گئے اور مَدیَن میں جو جزیرہ نمائے عرب کے شمال میں مغربی ساحل پر ہے جا پناہ گزیں ہوئے۔ وہاں قرآن مجید کے مطابق وہ آٹھ یا دس رات مقیم رہے تورات کے مطابق چالیس پچاس سال اور یہ کہ اسی اثناء میں پرانا فرعون مرگیا۔ اور یہ کہ ایک نیا شخص جانشین ہوا۔ اس پر حضرت موسیٰ مصر واپس ہوئے جب کہ تورات کے مطابق ان کی عمر اسّی سال تھی۔ آپ نے فرعون کو نصیحت کی جو نہ چلی۔ اس پر آپ نے سارے بنی اسرائیل کے ساتھ جن کی تعداد تورات کے مطابق چھ لاکھ سے زائد تھی ملک چھوڑ کر چلے جانے کی ٹھان لی۔ فرعون کے دو پایہ تخت تھے ایک شمال میں دریائے نیل کے دہانے اور ڈلٹا میں (یعنی جہاں دریا کئی شاخوں میں بٹ گیا ہے اور شاید ایک کی جگہ پندرہ بیس دریائے نیل بن گئے ہیں۔ نبی اسرائیل اسی زرخیز علاقہ ڈلٹا میں شمالی پایہ تخت شہر رعمسیس میں رہتے تھے۔ دوسرا پایہ تخت۔ موجودہ شہر قاہرہ کے قرب و جوار میں شہر ممفیس میں تھا۔ اگر بادشاہ شمالی پایہ تخت میں ہوتا تو غالباً یہودی وہاں سے روانگی کی جرأت نہ کرتے۔ معلوم ہوتا ہے بادشاہ کے جنوب میں ہونے کے زمانے سے فائدہ اٹھا کر وہاں سے روانہ ہوئے اور شہر رعمسیس سے نکل کر یکے بعد دیگرے دریائے نیل کی شاخوں کو عبور کرتے ہوئے وہ جزیرہ نمائے سینا میں داخل ہوئے۔ فرعون کو جیسے ہی اطلاع ملی وہ تعاقب میں نکلا۔ اور قرآن کے مطابق "یم" کو اور تورات کے مطابق قصب یعنی گنے جیسی لمبی گھاس والے دریا کو عبور کرتے وقت فرعون نے ان کو جا لیا۔ اسرائیلی تو عبور کر گئے لیکن فرعون اور اس کے کچھ ساتھی شاید مد و جزر کے باعث ڈوب گئے (عبرانی تورات میں اس مقام کا نام بحر القلب ہے وہی لفظ جو حضرت موسیٰؑ کے فرعون کے محل کے سامنے میٹھے پانی والے دریائے نیل کے گھاس کے جھنڈ کے لئے بھی ہے۔ اس کا کلیسا نے سرکاری طور پر لاطینی ترجمہ کرایا تو وہاں تحریف کر کے بحر قلزم (بحر احمر کر دیا اور متعدد فرنگی زبان کے ترجموں میں بحر احمر ہی ملتا ہے۔ وہاں کھاری پانی ہے میں نہیں سمجھتا کہ کھاری پانی کے ساحل پر ہی قصب نامی گھاس اُگتی ہو)

بادشاہ ڈوبا تو یقیناً حوالی موالی دوڑے اور غوطہ خوروں کی مدد سے لاش کو نکال لیا۔ اور حسب عادت مومیا کر اسے شاہی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ لاش کے بچنے کا ذکر قرآن مجید میں ہے (تورات میں نہیں) اور اب قاہرہ کے عجائب گھر میں قرآن کی زندہ تصدیق بنی ہوئی ہے۔ اس بادشاہ

کا کیا نام تھا؟ کتاب المحبّر ——— (ص ۴۶۶ء ۴۶۷ء) میں اس کا نام الولید بن مصعب بیان کیا گیا ہے اور اس ماخذ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اسلام سے کوئی تین ہزار سال پہلے کے ایک مصری شخص کا نام خالص عربی میں ہوتا دل کو نہیں لگتا زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ پرانے قبطی (مصر) ناموں کا ترجمہ ہو۔ مگر ہمارے پاس اب دوسرے ماخذ ہو گئے ہیں۔

بابل میں میخی خط تھا تو پرانے مصر میں ہیروغلیفی خط (جس کے لفظی معنی ہیں "مقدس تحریر") یہ خط تصویری ہے یعنی ہر حرف کسی جانور یا کسی اور چیز کی شکل کی طرح ہوتا ہے مثلاً ؏ ۵ ﻫ فرنگیوں نے اسے پڑھنا سیکھ لیا ہے اور حضرت موسیٰ کے معاصر کے زمانے کے بادشاہوں کے دو نام پائے ہیں۔ پہلے رعمسیس، پھر اس کا بیٹا اور جانشین منپ تاح گذشتہ صدی کے اواخر (۱۸۸۱ء) میں ان دونوں کی مومیائی ہوئی لاشیں مصر میں مل گئیں۔ اور اب قاہرہ کے عجائب خانہ میں دیکھی جا سکتی ہیں ایک پرانے بردی (یا پیروس) کاغذ پر جو کھدائیوں میں ملا ہے لکھا ہے کہ رعمسیس نے تریسٹھ سال حکمرانی کی آخری میں بیٹا اور ولی عہد منپ تاح نائب السلطنت مقرر کیا گیا۔

اگر تورات کا بیان صحیح مانیں کہ حضرت موسیٰؑ کی مَدیَن میں پناہ گزینی کے زمانے میں ایک فرعون مارا گیا تو منپ تاح کو بعد میں ڈوب مرنا چاہئے۔ لیکن خود فرنگی فضلا اور تورات سے اختصاص رکھنے والے پادریوں، مثلاً پادری دود (DE VAUX) کا خیال ہے کہ تورات کا یہ حصہ مشتبہ ہے۔ اور ناقابل قبول۔ ان حالات میں قرآنی بیان کہ حضرت شعیب کی مہمان نوازی اور گھر دامادی کا زمانہ حضرت موسیٰؑ کے لئے زیادہ سے زیادہ دس سال کا ہوا غیر مسلم کے لئے زیادہ معقول اور قرین قیاس معلوم ہوگا اور ڈوب مرنے والا رعمسیس ہی ہو سکے گا۔ اس کی تائید ایک اور دستاویز سے ہوتی نظر آتی ہے۔

مصر میں ہیروغلیفی خط میں رعمسیس کے جانشین منپ تاح بادشاہ کا ایک کتبہ ملا ہے جس میں لن ترانیاں کرتا ہے کہ اس نے مصر کے مشرق میں لیبیا والوں کو، مغرب میں حطیوں کو (فلسطین میں) فاش شکست دی اور اسرائیل کا نام و نشان تک مٹا دیا۔

یہ کتبہ ایک دوسرے پرانے کتبہ کی پشت پر کندہ کیا گیا ہے (کیا ایسے بڑے فاتح بادشاہ کے پاس اتنی رقم بھی نہ تھی کہ ان شاندار فتوح کے ذکر کے لئے ایک نیا پتھر خرید سکے؟) جو بھی ہو اگر اس نے بنی اسرائیل کو واقعی مصر سے نیست و نابود کر دیا تھا تو پھر حضرت موسیٰؑ کے ساتھ مصر سے نکلنے والے چھ لاکھ سے زائد اسرائیلی (جن کا تورات میں ذکر ہے) کہاں سے آ گئے؟ اگر یہ قتل عام خروج مصر کے بعد ہوا اور منپ تاح نے مثلاً اپنے باپ کی موت کا انتقام لینے کے لئے یہودی پر حملہ کیا تو تورات اس سے کیوں ساکت ہے اور یہودیوں کی بے بپتاؤں کے ساتھ ایک مزید کا کیوں ذکر نہیں کرتی؟ اس کتبے میں غلط بیانی ہونے کا ثبوت ذیل کے واقعہ سے شاید مل سکتا ہے۔

منپ تاح کے باپ رعمسیس کا بھی ایک کتبہ ملا ہے جس میں وہ بیان کرتا ہے کہ لبنان کے حطی لوگوں نے مصر پر چڑھائی کی تو اس نے ان کو شکست فاش دے کر پسپا کر دیا۔ اتفاق سے حطیوں کی اس جنگ اور معاہدہ صلح کی اصل دستاویز محفوظ ہے اور اس میں لکھا ہے کہ جنگ کے بعد اس شرط پر صلح ہوئی کہ حطی اپنے سارے مفتوحہ علاقوں پر قبضہ برقرار رکھیں گے خاص کر جزیرہ نمائے سینا کے بڑے شہر قادیش پر مصر کے حکمرانوں کی لن ترانیاں گویا عادتی چیز ہیں اور اگر پدر نتواند پسر تمام کند کا مصداق ہیں۔ دوسرے الفاظ میں منپ تاح کا کتبہ کہ اس نے بنی اسرائیل کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ وہ اس بات سے عبارت نہیں کہ ان کو شکست دے کر قتل کیا گیا بلکہ صرف یہ کہ سارے بنی اسرائیل مصر سے جا چکے ہیں، اس اثناء میں میرا باپ بھی ڈوب کر مر گیا اور اب میری مملکت میں بنی اسرائیل کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے۔

رعمسیس کی جو لاش ملی ہے اس

(باقی ص ۲۴ پر)

کینسر کا علاج تجربات کی روشنی میں

ہومیو ڈاکٹر عبدالقادر خان اختر نظامی، بنڈی، تحصیل تونسہ شریف، ضلع ڈیرہ غازی خان

دُنیا بھر کے ماہرین شب و روز کینسر کا کامیاب علاج تلاش کرنے کے لئے سرگرداں ہیں۔ مگر تا حال کامیابی کی منزل نظر نہیں آئی۔ ایلوپیتھک طریق علاج میں روزمرہ سینکڑوں مریضوں کے آپریشن کئے جاتے ہیں نیز و نند خوردنی ادویات کے علاوہ انجکشن لگائے جاتے ہیں۔ بے شمار مریضوں کے فاسد زخم بجلی سے جلائے جا رہے ہیں۔ آئے دن رحم، پستان، ناک، پاؤں وغیرہ کو کینسر کے باعث عمل جراحی سے کاٹ دیا جاتا ہے۔

مگر ان سب تدابیر کے باوجود اکثر مریض لقمۂ اجل بن جاتے ہیں جن بنیادی اصولوں پر تحقیقات کی جا رہی ہیں۔ اور مرض کو مقامی سمجھ کر اس کا علاج کیا جا رہا ہے۔ موجد ہومیوپیتھی ہانمن کے فرمان کے مطابق صدیاں گذرنے پر بھی یہ لوگ گوہر مقصود کو نہیں پا سکیں گے۔

کینسر مقامی مرض نہیں ہے۔ بلکہ اس کے زہر سے سارا جسم متاثر ہوتا ہے۔ خون کے قطرے قطرے میں کینسر کا تاثر پایا جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب تک پورے جسم انسانی کو آکلہ کے زہر سے پاک صاف نہ کیا جائے شفا ناممکن ہے۔ اگر کہنہ مشق، تجربہ کار معالج نہایت غور و فکر سے مریض کی مجموعی علامات کو اخذ کر کے قانون علاج کے مطابق مماثل ادویات کا انتخاب کرے تو انشاء اللہ پچانوے فیصد سے زیادہ کینسر کے کیس حیرت انگیز طور پر شفا پا سکتے ہیں۔ ذیل میں چند خطرناک کینسر کے مریضوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو مایۂ ناز ڈاکٹروں کے علاج معالجہ اور قطع و بُرید کے باوجود ناکام و نامراد ہو کر مایوس ہو چکے تھے۔ ہومیوپیتھی طریق علاج سے بفضلِ کریم انہیں مکمل شفا نصیب ہوئی۔ حیرت کا مقام ہے کہ قدرتی طریقِ علاج کو جس کے ساحرانہ عمل سے کہاں ہائے! ہائے! اور کہاں واہ! واہ! کے منظر سامنے آ جائیں۔ کم فہم حضرات کی نگاہ میں اس طب کو بچوں کا کھیل سمجھا جاتا ہے۔ اگر ہمارے بلند پایہ ایلوپیتھک حضرات ہومیوپیتھک سائنس، قانونِ علاج اور میٹریا میڈیکا کا عمیق نظری سے مطالعہ کریں، تو مشاہدات کی بنا پر سینکڑوں رازہائے سربستہ منکشف ہو سکتے ہیں۔

خدا گواہ ہے کہ اس وسیع سائنس کے ٹھوس دلائل آرگنن آف ہومیوپیتھی کے مطالعہ کے بعد ایک ضدی سے ضدی انسان کو بھی مماثل قانونِ علاج کے سامنے زانوئے ادب جھکانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ میرا یہ مضمون میرے اہلِ فن بھائیوں کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اگر کہنہ مشق اور ذہین و فطین ہومیوپیتھک معالج پورے غور و فکر سے کرانک، مزمن اور لا علاج امراض کی طرف توجہ فرمائیں تو اکثر مراحل میں کامیابی ان کے قدم چومے گی۔ کامیابی کی شرط یہ ہے کہ ادویات کا وسیع سے وسیع علم رکھنے کی خاطر اعلیٰ ترین کتابوں کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ ہمارے وہ ہومیوپیتھک جو کم علمی کے باعث چند ادویات کو ذہن میں رکھ کر نہایت محدود مطالعہ سے پریکٹس کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ناکامی اور نامرادی کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔

آمدم برسر مطلب عبدالغفور ولد قبول محمد سکنہ کوٹ قیصرانی ضلع ڈیرہ غازیخاں کو منہ میں ڈاڑھ کے نزدیک پھوڑا پیدا ہوا۔ پیپ جاری ہو گئی۔ درد ساتھ تھا۔ آپریشن کر کے مواد خارج کیا گیا مگر پھوڑا بڑھتا گیا۔ ڈاکٹروں نے دانت اور ڈاڑھیں نکال دیں۔ کئی ماہ تک انجکشن اور خوردنی ادویات جاری رہیں۔ مگر زخم بگڑتا چلا گیا۔ ڈاکٹروں نے تنگ آ کر مسوڑھوں کی ہڈیاں تک کاٹ دیں۔ مگر کینسر برابر ترقی کرتا گیا۔ بالآخر گردن کے قریب زخم کے شگاف ہو گئے اور ان سے روزانہ کافی مقدار میں نہایت بدبودار پیپ جاری رہی۔ مواد اور پیپ میں اسقدر تعفن تھا کہ مریض کے کمرہ میں داخل ہونا ناممکن ہو چکا تھا۔ مریض کمزوری کے باعث سُوکھ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا۔ ڈاکٹروں نے اُسے لاعلاج کر کے فارغ کر دیا۔ کئی ماہ تک مریض اسی حالت میں رہا۔ ایک روز اُسے ہمارے پاس بغرضِ علاج لایا گیا۔ میں نے مریض کی مجموعی علامات اخذ کرنے کے بعد ہلکا لاوا دوائی تجویز کی۔ اس کے استعمال سے چند روز کے اندر نہایت حوصلہ افزا نتائج برآمد ہونا شروع ہوئے پیپ کی مقدار اور بدبو کم ہو گئی۔ رفتہ رفتہ چند ہفتوں کے علاج سے مریض کے زخم بالکل مندمل ہو گئے۔ پیپ ختم ہو گئی۔ درد جاتا رہا۔ چہرے پر شگفتگی آنے لگی۔ اس وقت تک مریض بخیر و عافیت زندہ ہے اور کوٹ قیصرانی کے سکول میں ٹیچر ہے۔

نمبر ۲: جنت بی بی دختر اللہ داد سکنہ ٹالھی والا ضلع ڈیرہ غازیخاں کو بغرضِ علاج لایا گیا۔ تین ماہ سے اس کے ایک پستان میں شدید درد تھا۔ پستان پتھر کی طرح سخت اور بہت وزنی ہو چکا تھا۔ ڈاکٹروں نے آپریشن سے سالم پستان کاٹ دینے کا مشورہ دیا۔ لیکن مریضہ اور اس کے لواحقین نے آپریشن کرانا قبول نہ کیا۔

اصولِ علاج کے مطابق جب اس کی مجموعی علامات قلمبند کی گئیں تو انکشاف ہوا کہ مریضہ کے خاندان میں کئی پشت سے ٹی۔ بی کا مرض موروثی آ رہا ہے۔ اس کا والد شدید دمہ کا مریض تھا۔ اس کی والدہ دو بھائی ایک بہن ٹی۔ بی سے انتقال کر گئے تھے۔ مریضہ نوجوان تھی۔ اس لئے ظاہراً طور پر صحت مند معلوم ہوتی تھی۔ مگر اصولِ علاج کے مطابق مریضہ میں ٹی۔ بی کے تاثر کو خصوصیت کے ساتھ سامنے رکھتے ہوئے کونیم کی بجائے صرف بیسی لائنم کی ایک خوراک دے کر چوتھے روز مریضہ کو آنے کی ہدایت کی۔ تیسرے روز اطلاع دی گئی کہ درد کم ہو چکا ہے۔ پتھر کی طرح سختی نہیں رہی۔ چوتھے روز مریضہ نہایت خوشی اور مسرت سے ہنستی ہوئی مطب میں داخل ہوئی۔ اس نے بتایا کہ رات کے ایک بجے کے قریب اچانک پستان کے درمیان میں ایک چھالہ نمودار ہو کر پھٹ گیا۔ بہت زیادہ مقدار میں پیپ خارج ہو گئی۔ اب مجھے درد سے بالکل آرام ہے۔ مواد سالم نکل چکا ہے۔ اب صرف کیلنڈولا کے لوشن سے کپڑا تر کر کے چند روز تک زخم پر رکھا گیا۔ مریضہ دس سال گزرنے پر بھی تا حال زندہ اور صحتمند ہے۔

نمبر ۳: پانچ برس ہوئے مخدوم شبیر حسین سکنہ دائرہ دین پناہ ضلع مظفر گڑھ اپنی پھوپھی کو بغرضِ علاج لایا۔ انہوں نے بتایا کہ پھوپھی صاحبہ کے پستان کی بھٹنی کے قریب طویل عرصہ سے زخم ہے۔ خون آمیختہ پیپ خارج ہو رہی ہے۔ پستان میں درد کے دَورے اور بطخ کے انڈے کے برابر سختی موجود ہے۔ مریض کو ڈاکٹروں نے بتایا کہ فوراً آپریشن کرا کے پستان کٹوا دیں ورنہ زندگی ناممکن ہے۔ میں نے اس کا تشخیصی فارم مرتب کرتے ہوئے مجموعی علامات حاصل کر کے مخصوص علامات پر کلکیریا سلف اور کونیم کا انتخاب کیا۔ ہائڈراسٹس Q کا استعمال جاری رکھا۔ چند روز میں پیپ کا اخراج بند ہو گیا۔ اور تین ماہ کے علاج سے مریضہ مکمل طور پر شفایاب ہو کر نہایت مسرت اور شادمانی سے فریضۂ حج کو چلی گئی۔ مریضہ آج تک زندہ ہے اور بخیر و عافیت تندرست اور توانا ہے۔

نمبر ۴: چند برس ہوئے لیہ ضلع مظفر گڑھ سے ملک غلام حسین اپنے بارہ سالہ لڑکے کو کندھے پر اٹھائے ہوئے میرے پاس پہنچا۔ لڑکے کی ایک ٹانگ ران سے لے کر ٹخنوں تک بے حد سُوجی ہوئی اور پتھر کی طرح سخت تھی۔ گھٹنے کا جوڑ بہت سُوجا ہوا تھا۔ درد شدید ناقابلِ برداشت وقفے وقفے سے دَورہ کرتا تھا۔ یہ حالت تین برس سے تھی اور لڑکا تین سال سے چل پھر نہیں

سکتا تھا۔ رفع حاجت کے لئے بھی اُسے چارپائی پر کسی برتن میں پیشاب اور ٹٹی کرائی جاتی تھی۔ ملک غلام حسین تین سال کے اس طویل عرصہ میں سینکڑوں چھوٹے اور بڑے ڈاکٹروں سے علاج کراچکا تھا۔ مگر بے سود۔ میں نے اصولِ علاج کے مطابق لڑکے کی علامات حاصل کرنا شروع کیں لڑکے میں ظاہرا طور پر نمایاں علامت یہ موجود تھی کہ لڑکے کے ہونٹ بے حد سُرخ تھے۔ جیسے سُرخی لگا کر ہونٹوں کو رنگین کیا جاتا ہے۔ ہمارے میٹریا میڈیکا میں یہ علامت خصوصیت کے ساتھ ٹیوبر کولائنم میں موجود ہے۔ یہ واحد علامت اس امر کی غماز تھی کہ لڑکے کے خاندان میں سل کا تاثر یقیناً موجود ہے۔ چنانچہ مزید استفسار کرنے پر یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ لڑکے کی ماں سل بطنی کی مریضہ تھی۔ اور اُسے خون تھوکنے کے علاوہ کبھی کبھی خون کی قے بھی آجاتی تھی۔ خشک کھانسی شدت سے تھی۔ لڑکے کے ماموں اور لڑکے کی نانی بھی ایسی تکلیف سے فوت ہوئے ہیں میں نے اس راہنما علامت کے پیشِ نظر لڑکے کو ٹیوبر کولائنم دس ہزار طاقت کی صرف ایک خوراک کھلا دی۔ اور ملک غلام حسین کو مشورہ دیا کہ آپ پندرہ روز کے بعد واپس اس مریض کو لے آئیں۔ مزید ادویات کی فی الحال ضرورت نہیں ہے۔ چونکہ ملک غلام حسین ہومیوپیتھی کا شناسا نہیں تھا۔ باریک سی ۲ دو گولیاں اور وہ بھی پندرہ روز کے لئے۔ اس سے وہ بے چارا بہت مایوس ہوا۔

میں نے اُسے تسلی دی کہ یہ دو باریک گولیاں پندرہ روز تک برابر اثر کرتی رہیں گی۔ بارہ روز گزرنے کے بعد ملک غلام حسین نہایت شاد و فرحاں لڑکے کو ہمراہ لئے واپس آیا۔ اُس نے بتایا کہ ساتویں روز بچہ کی ٹانگ کا سالم ورم اُتر چکا تھا۔ اور لڑکا چارپائی سے اُتر کر آسانی سے چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ اس وقت لڑکے کی ٹانگ کا مشاہدہ کیا گیا۔ ورم اور سوج کا نام و نشان نہیں تھا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ ہونٹوں کی سُرخی جو ٹی۔بی کے تاثر کی غماز تھی۔ بالکل جاتی رہی۔ اب مریض کو کسی دوسری دوائی کے دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ ہیں ہومیوپیتھی کے ساحرانہ عمل۔

نمبر ۵: مرزا خان پٹھان سکنہ موسیٰ خیل ضلع لورالائی کو بالائی جبڑے پر بیر کے برابر ورم تھا۔ اور اُس میں شدت کا درد وقفہ وقفہ سے بے تاب کر رہا تھا۔ اُسے یہ تکلیف کئی ماہ سے تھی۔ جب وہ میرے پاس بغرضِ علاج لایا گیا تو انہی دنوں میرے اپنے قصبہ میں احمد ولد سونہارا درکھان کو بالکل اسی قسم کی تکلیف تھی۔ میں نے اُس کا بھی علاج کرنا چاہا۔ مگر اس کے دولت مند بھائی نے اُسے ہومیوپیتھی علاج کی بجائے ملک کے مایہ ناز سرجن ڈاکٹر اسماعیل اگ جی نشتر ہسپتال ملتان کے پاس لے گئے۔ جہاں اس کا فوری آپریشن کر کے اُبھار نکال کر پھینک دیا گیا۔ مریض کا درد جاتا رہا اور وہ چند ہفتوں کے بعد واپس گھر آیا مگر اول الذکر مریض مرزا خان ہمارے ہاں زیر علاج تھا۔ اُسے کنڈور نگو مدر ٹنکچر کی صورت میں استعمال کرایا گیا تھا۔ چند روز کے بعد مرزا خان کی حالت بہتر ہونے لگی۔ درد جاتا رہا۔ ٹیومر آہستہ آہستہ گھٹنا شروع ہو گیا کہ دو ماہ کے بعد مریض بالکل شفایاب ہو کر گھر واپس چلا گیا۔ میں نے اُسے ہدایت کی کہ اگر کبھی تکلیف پھر نمودار ہو تو جلد واپس پہنچنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ ایک سال کے بعد مرزا خان ہشاش بشاش اور تنومند میرے ہاں واپس آیا۔

مگر میرے قصبہ کے احمد ولد سونہارا درکھان جو آپریشن سے شفایاب ہو کر واپس لوٹا تھا۔ دو ماہ کے بعد اُسے پھر وہی تکلیف شدت سے نمودار ہوئی۔ اب درد انتہائی شدید تھا۔ ابھار پہلے سے زیادہ سخت اور وزنی تھا۔ مریض کا بھائی اُسے دوبارہ ڈاکٹر اسماعیل اگ جی کے پاس لے گیا۔ جہاں اب آپریشن کی بجائے بجلی سے علاج شروع کیا گیا مگر پندرہ روز کے بعد احمد ولد سونہارا کو نہایت ناگفتہ بہ حالت میں گھر واپس لایا گیا۔ اس کا بالائی جبڑا، ہونٹ اور منہ کے کنارے جھلس چکے تھے۔ اور زخم کی صورت پیدا ہو کر مادہ تراوش پا کر پیپ کی صورت میں خارج ہو رہا تھا۔ رفتہ رفتہ تکلیف بڑھتی گئی۔ درد شدت اختیار کر گیا۔ زخم بڑھ کر نہایت خوفناک صورت اختیار کر گئے۔ آہستہ آہستہ ہونٹ اور جبڑے سے گوشت کے ٹکڑے گرنا شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک ماہ کے

اندر مریض کے دونوں ہونٹ، رخسار، زبان اور مسوڑھے گل کر گر گئے۔ مواد بے حد متعفن اور بدبودار تھا۔ درد کی شدت سے مریض تڑپ رہا تھا۔ اس حالت میں وہ بے چارا پانی کا گھونٹ پینے کے لئے بھی ترس گیا۔ ان ہوشربا حالات میں وہ بے چارا مزید کئی روز سسکیاں لے کر راہیٔ عدم ہو گیا۔

نمبر ۶: ماسٹر احمد خان گھمرانی پرائمری سکول ملازئی نزد کوٹ مٹھن شریف تحصیل راجن پور اپنے ایک سات آٹھ سالہ لڑکے کو میرے پاس لایا۔ لڑکے کو مسلسل دو برس سے ڈاکٹر کی تشخیص کے مطابق انتڑیوں کا کینسر تھا۔ لڑکے کو پاخانہ کے سیاہی مائل خون کافی مقدار میں خارج ہو جاتا تھا۔ پہلے بواسیر سمجھ کر علاج کرایا گیا۔ مگر ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد یہی رپورٹ دی کہ بواسیر نہیں ہے۔ بلکہ خون انتڑیوں میں سے فاسد زخم کے باعث خارج ہو رہا ہے۔ مگر ایلوپیتھک اور یونانی طریق علاج سے دو سال میں مریض کو کوئی افاقہ نہ ہوا۔ میں نے بچے کی مجموعی علامات اخذ کر کے اُسے پہلے وائی پرا ۳۰ طاقت میں دیا اس سے تخفیف ضرور ہوئی لیکن مکمل افاقہ نہ ہوا۔ دوبارہ علامات اخذ کرنے کے بعد کروٹلس ہوری ڈس ۳۰ طاقت میں استعمال کرایا۔ تیسرے روز خون کا اخراج بند ہو گیا۔ یہ علاج صرف پندرہ روز جاری رہا۔ ڈیڑھ سال گزرنے کے باوجود اب تک خون کا اخراج نہیں ہوا۔ وہ لڑکا اب بالکل صحت مند بتایا جاتا ہے۔

نمبر ۷: اکتوبر ۱۹۷۸ء کو مسمات صغراں بی بی زوجہ محمد انور چک نمبر ۲۴۳ فیصل آباد کو میرے پاس بغرض علاج لایا گیا۔ یہ خاتون گذشتہ دو برس سے زبان کے شدید کینسر میں مبتلا تھی زبان پر زخم کثرت سے تھے جس سے مریضہ کو شدید درد کے دَورے وقفہ وقفہ کے بعد پڑتے تھے۔ مجموعی علامات حاصل کرنے کے بعد کالی کلوریٹم ۳۰ تجویز کیا گیا۔ واضح رہے کہ انہیں دنوں تکلیف کی شدت کے باعث ڈاکٹروں کے مشورہ پر زبان کٹوانے کی غرض سے نشتر ہسپتال ملتان پہنچے۔ متعلقہ سرجن نے چار روز کے بعد آپریشن کرنے کی تاریخ مقرر کی۔ یہ لوگ اپنے رشتہ دار چوہدری محمد شریف کے گھر پہنچے۔ وہاں انہیں معلوم ہوا کہ آج نوائے وقت میں کینسر کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ اہل خانہ کے مشورہ پر یہ لوگ میرے پاس بنڈی تحصیل تونسہ شریف تشریف لے آئے۔ متذکرہ بالا دوائی پندرہ روز کے لئے دے دی گئی۔ دو ہفتہ کے بعد انہوں نے واپس آکر اطلاع دی کہ افاقہ نمایاں صورت میں ہو رہا ہے۔ چنانچہ مسلسل تین ماہ دوائی استعمال سے مریضہ بفضل کریم شفایاب ہو گئی۔ مگر انہوں نے احتیاطی طور پر نو ماہ تک علاج جاری رکھا۔

نمبر ۸: ستمبر ۱۹۸۰ء کو ممتاز بی بی اہل پردہ جعفر خان ڈہا، خانیوال کہنہ کو اُن کے برادر حقیقی خانصاحب ضیاء الحسن ساکن کوٹ ادو جو آجکل گورنمنٹ ہائی سکول کوٹ ادو میں ہیڈ ماسٹر ہیں بغرض علاج کار پر لے آئے۔ مریضہ کی عمر ۴۵ برس کی تھی اُس کے گلے میں گذشتہ دو برس سے کینسر کے شدید زخم تھے۔ زبان اور رخساروں کے اندرونی جانب بھی کثرت سے زخم تھے۔ کئی ماہ تک ایلوپیتھک علاج ہوتا رہا۔ خوردنی ادویات کے علاوہ متعدد انجکشن لگائے گئے۔ ناکام ہونے کی صورت میں آخرکار ریڈیو تھراپی سے زخموں کو جلانے کا آخری حربہ استعمال کیا گیا۔ مگر مکمل کورس کے باوجود زخم تو مندمل نہ ہو سکے۔ لیکن مریضہ کے تھوک کے غدود جل کر اسقدر برباد ہو گئے کہ ان کی رطوبت یعنی لعابِ دہن کا بننا ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ جب مریضہ کو بندہ کے پاس لایا گیا تو اُس وقت جناب ضیاء صاحب نے فرمایا کئی ماہ سے مریضہ سیال اغذیہ یعنی دودھ اور پھلوں کے رس پر گذر بسر کر رہی ہے۔ سیال اغذیہ کے علاوہ ساگودانہ اور اراروٹ جیسی لطیف خوراک بھی حلق سے نہ اُتر سکتی تھی۔ مریضہ میں اپنی ہسٹری خود قلمبند کرانے کی طاقت موجود تھی قوت گویائی متاثر نہیں ہوئی تھی۔ مریضہ نہایت ذہین تعلیم یافتہ اور حلیم الطبع خاتون تھی۔ انہوں نے تشخیصی فارم مرتب کرتے وقت تقریباً ڈیڑھ سو سوالات کا جواب نہایت مفصل اور مدلل پیرائے میں بیان فرمایا۔ مریضہ کی مکمل ہسٹری اخذ کرنے کے بعد

یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچ گئی کہ مریضہ میں سفلس کا مادہ کینسر کا موجب بنا ہوا ہے۔ چنانچہ انہیں علامات کے تحت سفلس کے زہر کو زائل کرنے کی خاطر علی الترتیب کالی بائیکرومیکم، کالی آئیوڈائیڈ، کے علاوہ آثر برو ٹا۔ا استعمال بھی کرایا گیا۔ کیونکہ ہسٹری میں یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ ان کے شوہر کو گنوریا کا عارضہ بھی ہوا تھا۔ مذکرہ بالا ادویات سے بہت جلد مریضہ کی حالت سنبھل گئی۔ اور مریضہ چند ماہ میں شفایاب ہوگئی اگرچہ بجلی لگوانے کے بعد جو لعاب دہن کی گلٹیاں ضائع ہو گئی تھیں اُن کی شفایابی تو قطعی ناممکن تھی۔ مگر اللہ کے فضل وکرم سے مریضہ چند ہفتوں کے بعد ٹھوس اغذیہ کھانے کے قابل ہو گئی۔ حلقوم اور زبان وغیرہ کے زخم بالکل رفع ہو گئے۔ مریضہ بفضل کریم تاحال زندہ ہے۔

نمبر ۹: مارچ ۱۹۸۱ء کو مس فلورا ریٹائرڈ نرس ساکن ۸۱ ٹرسٹ کالونی رحیم یار خان جو حضرت صاحبزادہ شمس الدین جعفری کی تبلیغ پر مسلمان ہو کر اُن کے عقدِ نکاح میں آچکی تھی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد خواجہ شمس الدین جعفری نے اُن کا نام ثریا جعفری منتخب فرمایا۔ یہ خاتون چند ماہ سے رحم کے زخم میں مبتلا تھی۔ اسے شبہ ہوا کہ کہیں رحم کا کینسر نہ ہو رہا ہو۔ اُس نے اپنے شوہر نامدار کو میرے پاس بنڈی تحصیل تونسہ شریف بھیجا۔ صاحبزادہ شمس الدین جعفری اپنے چھوٹے بھائی صاحبزادہ قمرالدین کی معیت میں بندہ کے پاس تشریف لائے اور اپنی رفیقہ حیات کی ہسٹری بیان فرمائی۔ ایک ماہ کے لئے مجوزہ دوائی اُن کے حوالے کی گئی۔ اور ساتھ ہی انہیں مطلع کیا گیا کہ اپریشن یا ریڈیو تھراپی کا سہارا نہ لیا جائے۔ تیسرے ہفتہ مجھے شمس الدین جعفری نے خط کے ذریعہ مطلع فرمایا کہ مریضہ کو پہلے کی نسبت کافی افاقہ ہے مگر وہ اپنے ڈاکٹروں کے مشورہ کے مطابق مکمل تشخیص اور تحقیق کے لئے میو ہسپتال جانے کا ارادہ کر چکی ہے۔ چنانچہ میو ہسپتال لاہور میں پہنچ کر ڈاکٹروں کے مشورہ پر مریضہ نے کینسر رحم کا اپریشن کرالیا چند ماہ تک جب کیس قابو میں نہ آسکا بلکہ کینسر کی حالت پہلے سے شدت اختیار کر گئی۔ تو بجلی سے جلانے کا آخری حربہ استعمال کیا گیا۔ بجلی کے کورس یعنی ریڈیو تھراپی کے بعد ڈاکٹروں نے یہ ہوشربا رپورٹ صاحبزادہ شمس الدین کے حوالے کی کہ ریڈیو تھراپی سے خون کے ذرات اسقدر شدید متاثر ہوئے ہیں۔ جس کے ازالہ کی کوئی صورت باقی نہیں ہے۔ چنانچہ مریضہ کو نہایت المناک صورت میں رحیم یار خان لایا گیا۔ درد کے اتنے سخت اور شدید دَورے لگاتار تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد پڑ رہے تھے۔ جیسے بھالے لگ رہے ہوں یا تیز چاقوؤں سے گوشت کو کاٹا جا رہا ہو۔ رحم سے نہایت متعفن غلیظ سوزش پیدا کرنے والی نہایت بدبودار پیپ رقیق صورت میں خارج ہو رہی تھی۔ درد کو تسکین دینے کی خاطر تین قسم کی مختلف مسکن اور مخدر ادویات جن میں سوسی گان بھی شامل تھی دن میں دو تین خوراکیں دہرائی جاتی تھیں جن کے استعمال سے مریضہ چند گھنٹوں کے لئے گہری بے ہوشی میں چلی جاتی تھی۔ ۷ ستمبر ۱۹۸۱ء کو صاحبزادہ شمس الدین اور اُن کے اہلِ پردہ کا ایک خط لے کر اُن کا ایک قریبی رشتہ دار میرے پاس آیا جس میں مجھے رحیم یار خان پہنچنے کی دعوت دی گئی۔ میں نے اپنی پیرانہ سالی اور معذوری کا اظہار کرتے ہوئے رحیم یار خان جانے سے انکار کر دیا۔ مگر چند روز کے بعد انہوں نے میرے مخلص دوست سے درخواست کی کہ آپ کسی طرح اسے رحیم یار خان لے آئیں۔ چنانچہ سارے دن کا طویل سفر طے کرنے کے بعد آٹھ بجے رات جب ہم رحیم یار خان اُن کے مکان پر پہنچے تو مریضہ کی فلک شگاف چیخیں ہمیں پہلے سے سنائی دیں۔ اُس وقت مریضہ کو نشہ آور ٹیکیاں استعمال کرانے کی تیاری ہو رہی تھی۔ چنانچہ صبح سویرے مریضہ کو ہوش آنے ہی درد کا شدید دَورہ پہلے کی طرح شروع ہو گیا جس کے باعث ہم مریضہ سے مفصل علامات حاصل نہ کر سکے۔ اِس وقت اُن کی بڑی بہن الحاج ڈاکٹر مریم سیف اللہ اُن کی تیمار داری کے لئے وہاں موجود تھیں۔ انہوں نے تشخیصی فارم مرتب کرتے وقت اپنی دانست کے مطابق میری بہت کچھ امداد کی۔ البتہ چند اہم سوالات کے جوابات

حاصل کرنے کے لئے انہیں اپنی بہن سے دریافت کر لینا پڑتا ہے۔ مجموعی علامات حاصل کرنے کے بعد مندرجہ ذیل علامات پر ذیل کا نسخہ تجویز کیا۔ ۱۔ رحم کا شدید درد، ۲۔ بدبودار مواد کا سیلان باوجود تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد مکمل صفائی کا انتظام ہونے کی صورت میں بھی کمرہ میں داخل ہوتے ہی تعفن کا احساس ہوتا تھا۔ ۳۔ کئی ہفتوں سے غیر منہضم غذا کے دست آ رہے تھے۔ ۴۔ اپریشن کے وقت کینسر کا جو حصہ عمل جراحی سے نکالا گیا اُس کی شکل گوبھی کے پھول کی طرح تھی۔ ۵۔ پیشاب کرتے وقت مریضہ کو سخت جلن محسوس ہوتی تھی جیسے انگارے خارج ہو رہے ہوں۔ باوجود شدید گرمی کے مریضہ کمرہ میں موٹی چادر اوڑھ کر سوئی ہوئی تھی اور اُس کی ہدایت تھی کہ ہَوا کا ایک جھونکا بھی اندر داخل نہ ہونے پائے۔ کواڑ، روشندان بند رکھے جائیں۔ ۶۔ مریضہ کو جوانی کے عالم میں مرغن اور چٹ پٹی اغذیہ کے باعث گنوریا کا عارضہ بھی ہوا تھا۔ ان اہم علامات کی روشنی میں تھوجا ۱۰ ایم، اور اس کی مزید معاون ادویات تجویز کر کے وقفہ وقفہ کے بعد استعمال کرانا شروع کیں۔ شام کے وقت پھر وہی نشہ آور ادویات کھلا کر اُسے حسب سابق سُلا دیا گیا۔ صبح سویرے پھر مجوزہ ادویات کی خوراکیں استعمال کرائی گئیں۔ ہر روز شام کو مغرب نماز سے پہلے درد کے ناقابل برداشت دَورے شروع ہو جاتے تھے۔ مگر دوسری رات درد کا حملہ بالکل نہیں ہوا۔ وہ بغیر کسی نشہ آور ادویات کے سو گئی۔ میں اور صاحبزادہ شمس الدین ساری رات جاگتے رہے کہ کب مریضہ درد کا اظہار کرتی ہے۔ لیکن اللہ کے فضل وکرم سے نشہ آور ادویات کے بغیر مریضہ ساری رات پُرکیف نیند کرتی رہی۔ صبح بیدار ہونے کے بعد لیٹرین سے واپس آنے کے بعد اس نے بتایا کہ پیشاب کی جلن بالکل ختم ہو گئی ہے۔ ناشتہ کرنے کے بعد یہ حیرت انگیز تبدیلی دیکھنے میں آئی کہ مریضہ جو کئی روز سے گرم کپڑا لپیٹے دن رات کھڑکیاں اور دروازے بند کر کے ہَوا کے جھونکے سے خائف ہو کر سوتی تھی۔ اُس نے تمام کھڑکیاں اور دروازے کھول دینے کا حکم دیا۔ گرم چادر اُتار کر پنکھا چلانے کی اجازت دی۔ ہومیوپیتھک ادویات کے ان ساحرانہ عمل سے صف ماتم مسرت اور شادمانی میں بدل گئی۔ چوتھی رات غلیظ اور بدبودار مادہ کا اخراج بھی بالکل جاتا رہا۔ اگرچہ اہل خانہ اور مریضہ کے لواحقین انتہائی مسرت میں تھے مگر میں نے صاحبزادہ جعفری صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ بجلی لگوانے کے باعث جو خون کی تولید کی تیاری میں ناقابل اصلاح خرابی واقع ہو چکی ہے۔ اِس لئے مریضہ کی بحالی صحت کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ہومیوپیتھک ادویات سے اگرچہ تمام عوارضات پر قابو پا لیا گیا ہے۔ مگر خون کے جلے ہوئے ذرات کی اصلاح ملک کے کسی اعلیٰ ترین ڈاکٹر سے بھی نہیں ہو سکتی۔ یہ بات مریضہ سے مخفی رکھی گئی۔ ایک ہفتہ کے بعد بندہ مریضہ کو خوش وخرم چھوڑ کر گھر واپس آیا۔ نومبر کے پہلے عشرہ میں صاحبزادہ جعفری صاحب مجھے رحیم یار خان لے گئے۔ اس دو ماہ کے عرصہ میں مریضہ کو کوئی تکلیف دوبارہ پیدا نہیں ہوئی مگر خون کے بگاڑ کے باعث اُس کی صحت ترقی کرنے کی بجائے، روز بروز گر رہی تھی، اس مرتبہ چند طاقتور اور ٹانک ہومیوپیتھک ادویات تجربۃً اس غرض سے دئے گئے کہ شاید خون کے بگاڑ کی اصلاح ہو سکے۔ مگر ان ادویات سے مریضہ کو کوئی افاقہ نہ ہُوا۔ اُس کا شعور بولنے سُننے اور سونگھنے کی طاقت بالکل صحیح تھی۔ مگر روز بروز ضعف اور نقاہت سرعت سے بڑھ رہے تھے۔ غالباً دسمبر کے آخری ہفتہ میں مجھے صاحبزادہ شمس الدین کا گرامی نامہ موصول ہُوا۔ جس میں یہ درج تھا کہ میری اہلِ پردہ تدریجاً ضعف اور نقاہت بڑھنے سے فوت ہو چکی ہے۔

نمبر ۱۰: موضع شاہ جمال ضلع مظفر گڑھ سے ایک شخص اپنی گھر والی کے علاج کے لئے حاضر ہُوا اِس کی بیوی کو پستان کا کینسر تھا۔ شدید ورم اور درد کے سخت دَورے دائیں جانب کا پستان ماؤف تھا اور دایاں بازو بھی شدید درد میں مبتلا تھا۔ یہ مریض حضرت خواجہ کریم بخش صاحب سکنہ مہار شریف کے حکم سے بغرض علاج آیا تھا حصول علامات

کے بعد مماثل ادویات تجویز کر کے انہیں دی گئیں۔ پندرہ روز کے بعد اُس نے واپس آکر بتایا کہ مریضہ کے پستان کا ورم کافی حد تک کم ہو گیا ہے۔ درد کی تکلیف بالکل نہیں رہی بلکہ ماؤف بازو بھی تندرست انسانوں کی طرح صحت مند صورت میں ہے۔ حالانکہ اس مریضہ کو ڈاکٹروں نے سالم پستان کٹوا دینے کا مشورہ دیا تھا۔ واضح رہے کہ میں اپنے بیس سالہ تجربات میں کینسر کی مندرجہ ذیل اقسام پر بفضل خدا نمایاں کامیابی حاصل کر چکا ہُوں۔

۱۔ زبان کے دائیں جانب کا زخم نما کینسر جس میں سے خون اور پیپ خارج ہونے کے علاوہ درد ساتھ ہو۔

۲۔ دونوں ہونٹوں کا کینسر جبکہ ہر دو ہونٹ پر کھرنڈ دار زخم جس میں سے پیپ اور غلیظ مادہ بکثرت خارج ہو رہا ہو۔ ہونٹوں کے خشک اور گلٹی نما کینسر جلد درست نہیں ہوتے۔

۳۔ پستانوں کے کینسر کے باعث ماؤف جانب کے بازو کا درد۔

۴۔ رحم کے کینسر کے بعض اقسام۔

۵۔ خصیے کا سادہ قومہ کینسر۔

۶۔ دائیں پستان کا کینسر جبکہ سخت ورم اور شدید درد کے ہمراہ بازو بھی درد میں مبتلا ہو، بائیں جانب کے پستان کا علاج بھی دریافت کر لیا گیا ہے۔ مگر دائیں جانب کی نسبت بائیں جانب کا پستان کافی دیر کے بعد درست ہوتا ہے۔ جیسا کہ زبان کے بائیں جانب کا کینسر عموماً پیچیدہ ہوتا ہے۔

۷۔ گیسٹرک کینسر کے باعث یعنی سرطان معدہ کے باعث مسلسل قے جبکہ کھایا پیا سب کچھ قے ہو جائے۔

متذکرہ بالا اقسام کے علاوہ دیگر نوعیت کے کینسر کے عموماً چالیس فیصدی کیس درست ہو رہے ہیں۔ میں بوڑھا اور معذور ہونے کے باعث چاہتا ہوں کہ اگر اللہ توفیق دے تو ریلوے کے ذریعہ پاکستان کے چند مجوزہ مقامات پر ماہ دو ماہ کے بعد چکر لگا کر خدمتِ خلق کر سکوں۔

نوٹ: یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ کینسر کے زخم سے کبھی کبھی خون بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ جو متعدد تدابیر کے باوجود بھی بند نہیں ہوتا۔ میرے پاس ایسے چند پیچیدہ کیس آئے۔ جنہیں کینسر کے زخموں سے بلیڈنگ یعنی جریانِ خون کی تکلیف تھی۔ عام طور پر چند کیسوں میں مجھے حیرت انگیز کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ اور چند گھنٹوں میں جریانِ خون حیرت انگیز طور پر رک گیا۔ ایسے مریضوں کو صرف عموماً دو یا چار خوراکیں استعمال کرانے سے حیرت انگیز کامیابی نصیب ہوئی۔ میں اس وقت یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میری یہ دوائی سو فیصدی مریضوں پر کامیاب ثابت ہوگی۔ البتہ میں نے جن چند مریضوں پر اسے آزمایا مفید اور کامیاب پایا۔

کاش! حکومت یا مخیر احباب ہومیوپیتھی کی تعلیم کو فروغ دینے کا اہتمام کرتے۔ تو اس حیرت انگیز ڈاکٹری سے لاکھوں ایسے مریض شفایاب ہو جاتے جو دیگر طریقہ ہائے حکمت سے عاجز آکر زندگی کے تلخ لمحات اجیرن صورت میں بسر کر رہے ہیں۔

بقیہ: نمرود اور فرعون

کے منہ میں اس کے تقریباً سارے ہی دانت موجود ہیں (اگرچہ کسی قدر مریض اور اس کی لاش کے معائنہ کر کے حال میں پادیس کے ایک طبیبِ دندان نے رائے ظاہر کی ہے کہ شاید فرعون دانتوں کے مرض سے فوت ہوا ہے)

اور صورت شکل سے پچاس ساٹھ سالہ شخص کی معلوم ہوتی ہے اور ترسیٹھ سالہ حکومت ایک افسانہ ہو جاتا ہے۔ اس کی کھوپڑی پھوٹی ہوئی ملی ہے لیکن یہ بات دفن کے بعد بھی پیش آسکتی ہے جیسا کہ فرنگی محقق بیان کرتے ہیں اور ہمیں بھی قبول کرنے میں عذر نہیں کہ ایسا ہی ہو بہر حال فرنگی مؤلف اور ڈاکٹر بیان کرتے ہیں کہ اب لاش سے یہ معلوم کرنا ممکن نہیں کہ کہ رعمسیس یا منپتاح ڈوب کر مرے یا قدرتی موت سے۔ ان حالات میں تورات کی تفصیل کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ایک فرعون مر گیا جس نے بنی اسرائیل کو تکلیف دی تھی اور اس کا بیٹا بعد میں ڈوب مرا صحیح معلوم نہیں ہوتا اور صحیح یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رعمسیس نامی حکمران ہی وہ فرعون ہے تو دریائے نیل کی ایک شاخ کو عبور کرتے وقت غرق ہو کر مر گیا۔

(بشکریہ "الحق" اکوڑہ خٹک ماہ رجب ۱۴۰۲ھ)

تعارف وتبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے ——— مدیر

عمران اکادمی کی مطبوعات

۱۔ اسلام کا نظامِ مساجد۔ (۲) حضرت الشیخ کی تیس مجالس (۳) بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ۔ ۴۔ قرآن کی باتیں (۵) مودودی صاحب اکابر امت کی نظر میں۔ (۶) اعمالِ قرآنی۔

اس وقت ہمارے سامنے عمران اکادمی ۴۰ بی اردو بازار لاہور کی شائع شدہ یہ چھ کتابیں ہیں۔ ہر کتاب اپنے ٹائیٹل کی نفاست و خوبصورتی اور کتابت و کی ستھرائی کے سبب ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔

ان میں سے پہلی کتاب اسلام کا نظام مساجد دارالعلوم دیوبند کے فتاویٰ کے مرتب اور متعدد علمی و دینی کتابوں کے مصنف مولانا محمد ظفیر الدین صاحب کے قلم سے ہے۔ جس میں نظام مساجد کے تمام گوشوں پر مکمل اور دلپذیر بحث کی گئی ہے۔ "مسجد" اسلام کے نظام اجتماعی میں جس اہمیت کی مالک ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ حضور نبی کریم علیہ السلام کے دَورِ سعادت میں سجدہ گاہ سے لے کر ایوانِ صدر تک کے طور پر یہ جگہ استعمال ہوتی۔ انحطاط کے دَور میں جہاں باقی سارے معاملات گڑبڑ کا شکار ہوئے وہاں مسجد اس حادثہ سے دوچار ہوئی ——— اب خوبصورت عمارت کا اہتمام ہوتا ہے یا پھر فرقہ واریت کے حوالہ سے مسجد پہچانی جاتی ہے لیکن اللہ کے نزدیک اس کا کیا مقام ہے؟ سیرت نبوی اس کے متعلق کن نظریات کا پتہ دیتی ہے اور فقہا و محدثین کی اس سلسلہ میں کیا سوچ ہے؟ یہ ہیں وہ سوال، جن کا سیر حاصل جواب اس کتاب میں ملے گا۔ عمران اکیڈیمی نے یہ دلنشیں، مؤثر اور معلومات سے بھرپور کتاب شائع کر کے معاشرے پر احسان عظیم کیا ہے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ

دوسری کتاب حضرت مخدوم گرامی مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدینہ قدس سرہٗ کی ان مجلسی گفتگوؤں پر مشتمل ہے جو رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ میں سینکڑوں اہل دل کی مجالس میں ارشاد فرمائی گئیں اور جنہیں آپ کے مستقل حاضر باش خادم، شاگرد اور مزاج شناس عالم و فاضل انسان مولانا تقی الدین ندوی نے اس طرح مرتب کیا ہے کہ شیخ کی کوئی بات ہاتھ سے جانے نہ دی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جیسے فاضل و مفکر نے اس کا جو مقدمہ لکھا ہے وہ اپنی نوعیت کی عجیب چیز ہے۔ جس سے اس مجموعہ کی اہمیت کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک میں مشائخ کے معمولات کا اندازہ ہوتا ہے۔ بجھے ہوئے دلوں کی اصلاح کے لئے نہایت قابل قدر کتاب ہے جس کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔

تیسری کتاب مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی کے قلم کا شاہکار ہے۔ جس میں بریلوی اسکول کے امام مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ پر انتہائی عالمانہ انداز میں ٹھوس اور مدلل گفتگو کی گئی ہے۔ مولانا بریلوی نے جس بے دردی سے کلام الٰہی کو مشق ستم بنایا ہے وہ اس دور کا سنگین المیہ ہے اور اگر علماء ربانی اس کا نوٹس نہ لیتے تو خطرہ تھا کہ بہت سے سادہ لوح

لوگ گمراہی کا شکار ہوتے۔ موصوف کے ترجمہ پر بہت سے حضرات نے علمی گرفت کی لیکن اس کتاب کا معاملہ ایسا ہے کہ جس نے دیکھا تحسین کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کوثر وتسنیم میں دُھلی ہوئی زبان، طعن وتشنیع سے پاک، محض رضائے الٰہی کی غرض سے عالمانہ تنقید اس کتاب کی خصوصیات ہیں جس کی اہل نظر یقیناً قدر کریں گے۔

چوتھی کتاب سبحان الہند مولانا احمد سعید کے صاحبزادے مولانا محمد سعید کی مرتب کردہ ہے جس میں قرآن عزیز کے متعلق نامور اہل علم وقلم کے اٹھارہ مضامین شامل ہیں۔ ان میں سے ہر مضمون اپنی جگہ ایک مستقل اہمیت کا حامل ہے۔ جو شخص یہ کتاب ہاتھ میں لے لیتا ہے وہ پوری پڑھے بغیر چھوڑ نہیں سکتا اس لئے کہ مختلف اہل قلم کی نگارشات ہونے کے باوصف زبان کی سلاست وشگفتگی اور روانی ان سب میں قدر مشترک ہے۔ چھوٹی عمر کے بچوں سے لے کر بوڑھوں تک ہر ایک کے لئے یکساں نفع کی حامل اس کتاب کا مطالعہ آپ کی روح کو جلا بخشے گا۔

پانچویں کتاب کراچی کے مشہور صوفی منش بزرگ مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی مرتب کردہ ہے جس میں جماعت اسلامی کے بانی سید ابوالاعلیٰ صاحب کے افکار ونظریات پر چوٹی کے اہل علم ودانش اور ارباب معرفت وسلوک کی نگارشات شامل ہیں۔ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ نے اسے پسند فرمایا اور ہند وپاک میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ایڈیشن نہایت خوبصورتی سے چھاپا گیا ہے جس کی افادیت دیکھنے کے بعد معلوم ہو گی۔

چھٹی کتاب حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ کے قلم سے ہے جس کے اَن گنت ایڈیشن اس وقت تک نکل چکے ہیں۔ لیکن یہ ایڈیشن اپنی صفائی، اصلاح اور جامعیت کے اعتبار سے منفرد ہے آیاتِ قرآنی کا ترجمہ اس میں زائد چیز ہے جو پہلے کسی ایڈیشن میں نہیں۔ دکھی اور ستم رسیدہ لوگوں کے لئے خوبصورت سرمایہ!

قیمت علی الترتیب ۔/۲۵ روپے، ۔/۲۰ روپے، ۔/۱۸ روپے، ۔/۹ روپے، ۔/۱۲ روپے اور ۔/۱۰ روپے ہے۔

بقیہ : مجلس ذکر

اس کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بس ایک ہی ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ کی اتباع۔ فرمایا یہ ایسا مسئلہ ہے کہ آج وہ نبی دنیا میں آ جائیں تب وہ بھی یہی کریں گے تو تمہیں اس سے انکار کا کیا حق ہے؟ دیکھو جناب مسیح قرب قیامت میں دین محمدی کے پیروکار بن کر آئیں گے تو تم یہ دعوے چھوڑ دو کہ ہم اللہ کے بیٹے اور پیارے ہیں۔ جنت ہمارا حق ہے اور جہنم سے ہمارا کوئی تعلق نہیں اگر قرب خداوندی مقصود ہے تو میرے محمدؐ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اتباع کرو۔

دوستو! حضور علیہ السلام کی محبت کی بات آج ہم بہت کرتے ہیں لیکن محبت بغیر اتباع دین نہیں دھوکہ ہے اس لئے دعا کریں کہ رب العزت ہمیں آپ کی اتباع نصیب فرمائے کہ اس کے بغیر اللہ کی رضا نصیب نہیں ہو سکتی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؟

طبی مشورے

براہِ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔
حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸

دُبلاپن اور دانتوں کی خرابی

س: بندہ کا جسم بالکل ہلکا پھلکا ہے اور کمزور بھی ہے کوئی ایسا نسخہ تجویز فرمائیں کہ جسم موٹا ہو جائے اور صحت ہی رہے
۲۔ بندہ کے دانتوں سے خون بہتا ہے۔ مسواک یا برش بالکل استعمال نہیں کر سکتا۔ نیز دانتوں کی رنگت پیلی ہے بہت علاج کئے لیکن صحت نہیں ہوتی۔
موٹاپے کے لئے آپ کا کافی عرصہ پہلے ایک نسخہ خدام الدین میں شائع ہُوا تھا جو صحیح طور پر یاد نہیں رہا وہ دوبارہ تحریر کریں۔

(قاری محمد ظریف
خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف)

ج: موٹاپے کے لئے سردی کے موسم میں دیسی گھی کا پراٹھا دودھ کے پیالے میں صبح وشام بھگو کر کھائیں اور سالن کا استعمال ترک کر دیں۔ موٹاپے کے لئے دوسرا نسخہ یہ ہے:۔

مغز بادام ۱۱ عدد۔ کشمش آدھ چھٹانک رات کو پانی میں بھگو دیں۔ صبح مغز بادام کا چھلکا اتار کر دونوں چیزیں نوش فرما لیں۔ بعد میں دودھ پی لیں۔

۲۔ (۱) سنگجراحت دس تولے، (۲) آب برگ نیم۔ سنگ جراحت باریک پیس کر آب برگ نیم میں کھرل کر کے ٹکیہ بنا لیں۔ اور ایک کوزہ گلی میں بند کر کے گل حکمت کر کے پندرہ سیر اپلوں کی آگ دیں۔ سرد ہونے پر نکال لیں اور باریک پیس لیں صبح اور رات سوتے وقت انگلی سے دانتوں پر ملیں۔ خون بند ہوگا۔ مسور کا آٹا سرکہ انگوری میں بھگو کر کھرل کر لیں اور صبح بطور منجن استعمال کریں دانت سفید ہوں گے (انشاءاللہ)

یرقانِ اسود

س: میری آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے ہیں اور آنکھیں اندر کو دھنستی جا رہی ہیں۔ میری صحت بھی ٹھیک ہے۔ میرا رنگ بھی پہلے صاف اور سفید تھا مگر اب کالا ہوتا جا رہا ہے۔ عمر تقریباً انیس سال ہے اللہ کے فضل سے کھانے پینے کی بھی کوئی کمی نہیں ہے نہ ہی کوئی فکر ہے

(رئیس اقبال۔ حرم گیٹ ملتان شہر)

ج: چونکہ آپ نے تفصیل کے ساتھ اپنے حالات نہیں لکھے۔ اس لئے جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ یرقان اسود میں مبتلا ہیں۔ آپ کی تلی یا جگر میں خرابی ہے۔ سفید رنگ سے سیاہ رنگت میں تبدیلی اسی خرابی کی علامت ہے زیادہ مناسب یہی ہے کہ آپ کسی مقامی معالج سے رجوع کریں یا اپنے حالات تفصیل کے ساتھ تحریر کریں۔ بہرکیف آپ کو اپنا باقاعدہ علاج کرانا چاہئے۔

بول فی الفراش

س: میرے چھوٹے بھائی کا روزانہ پیشاب نکل جاتا ہے اس کی عمر سات سال ہے کوئی سستا علاج بتائیں خدا آپ کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

محمد عبداللہ معاویہ، قصور

ج: مغز بادام، تل سفید، مویز منقیٰ تینوں چیزیں ہموزن لے کر کوٹ کر ملا لیں اور روزانہ رات سوتے وقت [illegible] کھلا دیا کریں۔ انشاءاللہ [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ —— ہفت روزہ خدام الدین لاہور —— فون زہائش ۳۱۱۱۸۲ مدرسہ ۱۴۹۸۰

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

رفعت ورائے فکر ہے تیرے مقام کی! — بیٹی ہے تو رسول علیہ السلام کی!

دنیا تری نظر میں متاعِ قلیل و ہیچ — عظمت تھی تیرے دل میں خدا کے کلام کی

فاقوں میں پہروں شکرِ خدا کے حضور میں — یہ وسعتیں تھیں تیرے سجود و قیام کی

تو اپنی خواہرانِ مبارک کی خیر خواہ — تو غم گسار شوہرِ ذی احترام کی!

جس کو ابوتراب کہا آں حضورؐ نے — جو مقتدر کڑی تھا الٰہی نظام کی!

کلثومؓ و زینبؓ اور حسینؓ و حسنؓ سے پھول — زینت تھے تیرے حجرۂ جنت مقام کے

صدق و صفا، متانت و غیرت، وقار و حلم — تجھ میں ہر اک صفت تھی رسولِ انامؐ کی

آتا ہے پاک نام ترا جب زبان پر — سنتا ہوں آسماں سے صدائیں سلام کی

ملحوظ ادب ہے جس کو بناتِ رسول کا
مضطرؔ اسے نوید بہشتِ دوام کی

مضطر گجراتی